امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 6 جمادی الاولی 1438ھ بمطابق مارچ 2017ء شمارہ 1

افغان جنگ کو طول دینے کے نئے امریکی عزائم

ہلمند کے تازہ جہادی حالات

جنگ کی وجہ امریکی موجودگی ہے

ٹرمپ امریکی 'گورباچوف' ہیں

کابل میں کامیاب حملے

امریکا نہیں جیت سکتا

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: '' اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهُ اِلَّا ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ ، اَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ ، اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْ لَهُ '' (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“

تشریح: پہلی چیز جس کا ثواب آدمی کو مرنے کے بعد بھی ملتا ہے وہ صدقہ جاریہ ہے۔ یہ عام ہے چاہے کسی کو پڑھنے کے لیے قرآن دے دے، تاکہ وہ پڑھتا رہے اس کے پڑھنے کا اس کو ثواب ملتا رہے گا، اسی طرح مسجد بنوا دے، کنواں کھدوا دے، نہر جاری کروا دے، کیوں کہ: مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ کَفَاعِلِهٖ " جو خیر کی رہنمائی کرے تو کرنے والے کی طرح اس کو بھی ثواب ملتا ہے کہ یہ سب اور اس جیسے دوسرے سب کام صدقہ جاریہ میں داخل ہیں۔

دوسری چیز جس کا ثواب آدمی کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے وہ ایسا علم ہے جس کو اس نے لوگوں میں پھیلایا ہو، اس کو ایک دوسری حدیث میں ”علم نافع“ بھی کہا گیا ہے۔

Designed by Entheosw

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

مجاہد بھائی اپنی صفوں کی صفائی پر خصوصی توجہ دیں۔ بدکار، بدنام، عیاش، دنیا پرست، بداخلاق اور عوام کے ساتھ بُرا سلوک کرنے والے افراد کو اپنی صف میں جگہ مت دیں، تاکہ عوام کو ایذا سے بچایا جاسکے۔ مجاہدین کو چاہیے علمائے کرام، مذہبی پیشواؤں، قومی عمائدین اور دین دار اہل اللہ حضرات کے ساتھ تعلقات استوار کیے جائیں۔ ان سے مشورے لیں۔ ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں۔ عام مجاہدین کو فوجی اور عسکری ٹریننگ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں سے اچھا برتاؤ کرنے، شہری نقصانات کا سدباب کرنے، انصاف کا تحفظ کرنے اور سنجیدہ چال چلن کی بھی تربیت دی جائے۔ وقتاً فوقتاً ان کے حقوق اور حیثیت کی تحفظ کے حوالے سے لازمی ہدایات دی جائیں۔ جو افراد کابل کرپٹ انتظامیہ سے دست بردار ہو جائیں یا قیدی بن جائیں، مجاہدین اُن کے ساتھ بہترین سلوک کیا کریں۔

Designed by Entheos

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۶/ جمادی الاولی ۱۴۳۸ مارچ 2017/ شمارہ 1

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان　　ہارون بلخی
اکرم تاشفین　　محمد فرہاد جانباز
سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ　30　روپے
سالانہ　350　روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، اسٹریلیا، افریقہ، اور یورپی ممالک: 40ڈالر
سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات: 30ڈالر
بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلّہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیرنگرانی شائع ہوتا ہے، ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات و واقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

افغان جنگ کو طول دینے کے نئے امریکی عزائم	2
مولوی نوراللہ منیب کے ساتھ خصوصی نشست	3
ملا عبدالمنان احمد شہید	6
شام کی تقسیم کا یہودی منصوبہ	9
امریکا کے ہمدرد...؟	10
امریکا نہیں جیت سکتا	12
اسرائیل کی سرحدی دراندازی	13
امریکی راج کے دن گئے	15
افغانستان میں اسرائیلی طیاروں کی پروازیں	16
امریکی فوجی تعداد میں اضافہ	18
ایران کا جوہری تجربہ	19
بے چارے!	21
سیگار نے امریکی شکست کا اعتراف کیا	22
افغان جہاد کی تاریخ لکھنے کی ضرورت	23
جنگ کی وجہ امریکی موجودگی ہے	25
مریض افغان شہری اور بھارت	26
ٹرمپ امریکی 'گورباچوف' ہے	28
شہری ہلاکتوں کے دلخراش واقعات	30
حلب کا سقوط اور شام کا خوفناک مستقبل	31
انقلاب اور اس کے تقاضے	34
ہلمند کے تازہ جہادی حالات	35
کابل میں کامیاب حملے	36
کابل کے جھوٹے حکام!	37
امریکی موجودگی مسائل کی جڑ ہے	39
افغانستان جنوری 2017 میں	40
جنگی جرائم جنوری 2017	43

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.shahamat-urdu-com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

افغان جنگ کو طول دینے کے نئے امریکی عزائم

افغانستان میں قابض امریکی افواج کے رہنما جنرل نکولسن نے امریکی کانگریس کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہ کہا ہے کہ افغانستان میں طالبان کے ساتھ ہماری لڑائی اب اس موڑ پر پہنچی ہے کہ مزید آگے جانا مشکل ہے، اب صورت حال یہ ہے کہ ہم نہ اس لڑائی کو آگے بڑھا سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ اس لئے ہم نئی امریکی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مزید چند ہزار فوجی افغانستان بھیج دے تاکہ وہ افغان حکومت کے ساتھ مل کر اس لڑائی کو انجام تک پہنچائیں۔ فوجی سربراہوں کے ان مطالبات کو مدنظر رکھتے ہوئے امریکی حکومت نے مزید تین سو میرین فوجی افغانستان بھیجنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ اس حال میں ہے کہ امریکہ کے سابق حکمران جارج ڈبلیو بش نے NBC نامی ایک امریکی ٹیلی وژن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ افغانستان اور عراق پر حملے کا فیصلہ ایک درست فیصلہ تھا ہم اس فیصلے پر بالکل بھی پشیمان نہیں ہیں۔

سابقہ اور موجودہ دونوں امریکی رہنماؤں کی باتیں اس قابل ہیں کہ ان پر غور کیا جائے اور اسے معمولی نہ سمجھا جائے۔ سچی بات یہی ہے کہ اسلامی ممالک کے ساتھ ساتھ خطے کے بڑے بڑے غیر مسلم ممالک بھی امریکہ کو اس نظر سے نہیں دیکھتے جس نظر سے انہیں دیکھنا چاہئے بلکہ امریکہ کی بعض بہلانے والی باتوں اور اقدامات کے مقابلے میں ایسے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں جیسے یہ خود کو دھوکہ دے رہے ہوں، اور اگر امریکہ کی زبان سے چند میٹھے بول سننے کو ملیں یا اس کی طرف سے تھوڑی سی نرمی دکھائی دے تو بہت جلد امریکہ کے اصلی چہرہ کو بھول جاتے ہیں اور امریکہ کو مخلص دوست سمجھنے لگتے ہیں۔ اب چاہئے کہ مزید دل کو بہلانے کی روایت چھوڑ کر حقائق کو حقائق کی نظر سے دیکھا جائے۔ بش کی باتیں صرف بش کی باتیں نہیں بلکہ یہ امریکہ کی اکثریت کے دلوں کی آواز ہے اور یہی امریکہ کا اصل چہرہ ہے۔

ان دونوں اسلامی ممالک پر امریکہ کے حملے کے نتیجے میں امریکی اداروں کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق 2 ملین لوگ مارے گئے ہیں لیکن بش کہتا ہے کہ ہم اس فیصلے پر پشیمان نہیں اور وہ کیونکر پشیماں ہوں گے اس لیے کہ مرنے والے تمام لوگوں کا تعلق اس قوم سے ہے جس کے خلاف بش نے صلیبی جنگ کا اعلان کیا ہے، مارے بھی یہی لوگ جاتے ہیں، تباہی و بربادی بھی انہی کے علاقوں میں ہوتی ہے، سسٹم ان کے ناکارہ ہوتے ہیں، گھر ان کے اجڑتے ہیں، تاریخ انسانی کی بدنام زمانہ جیلوں میں یہ جاتے ہیں، عزتیں ان کی لٹتی ہیں، راتوں کو وحشی فوجی ان کے گھروں کی دیواریں پھلانگتے ہیں، دینی شعائر اور مقدس مقامات کی توہین انہی کی ہوتی ہے، تعصب اور اور دشمنی کی تخم یہیں بوئی جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں شروع ہونے والا خانہ جنگی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ بھی انہی مظلوموں کے حصہ میں آتا ہے۔ اور پھر جب یہ لوگ دشمن کا مقابلہ کرکے اسے بڑے بڑے نقصانات سے دوچار کرتے ہیں تو اس میں اگر امریکہ کے ہزاروں کی تعداد میں فوجی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں یا ان کے اربوں ڈالر خرچ ہوں تو امریکیوں کو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ بش کے مطابق یہ ایک مقدس صلیبی جنگ ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں جان و مال کی قربانی ایک طبعی چیز ہے۔

عراق پر حملہ کی وجہ عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کی موجودگی تھی، لیکن آج خود امریکہ نے مان لیا ہے کہ کیمیائی ہتھیاروں کو عراق پر حملے کی وجہ بنانا ایک غلطی تھی اس لئے کہ عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کا وجود نہیں تھا بلکہ یہ CIA کا ایک جھوٹا پروپیگنڈا تھا۔

بش ادارے نے عراق پر حملے کے لیے جس چیز کو جواز بنایا تھا اس کی عدم موجودگی کی صورت میں امریکہ کو چاہئے تھا کہ عراق کو ہرجانہ دیتا اور بش سمیت اس وقت کے تمام حکومتی اراکین جو جنگ کو ہوا دینے کی کوشش کر رہے تھے کو سزا دیتے یا کم از کم امریکی عراقیوں سے معافی مانگتے اور بش کو مجبور کرتے کہ وہ عراق سے معافی مانگ لیتا۔ لیکن اس کے برعکس بش اس جنگ سے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار کر رہا ہے اور پورا امریکہ خاموشی سے دیکھ رہا ہے جو اس بات کی نشانی ہے کہ امریکی اس پر راضی ہیں۔

امریکہ افغان جنگ کو اپنی تاریخ کی سب سے طویل اور نقصان دہ جنگ سمجھتا ہے لیکن اس کے باوجود امریکی عوام اپنے حکمرانوں سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم نے اس جنگ سے کیا فائدہ حاصل کیا؟ اپنی طاقت اور طالبان کی کمزوری کے زمانے میں جب تم طالبان کو شکست نہیں دے سکے تو آج جبکہ طالبان کی پوزیشن مضبوط اور تمہاری پوزیشن کمزور ہے تم کیا کر سکو گے اور فوجیوں کی تعداد میں اضافہ تمہیں کیا فائدہ دے سکے گا؟

امریکی عوام کو اپنی جمہوریت پر بڑا ناز ہے اور امریکہ میں اظہار رائے کی آزادی کو مثالی سمجھتے ہیں لیکن پھر بھی یہ لوگ اپنے حکمرانوں سے مسلم ممالک پر مسلط کردہ جنگوں سے متعلق بازپرس نہیں کرتے اور اس کے خلاف موثر آواز بھی نہیں اٹھاتے بلکہ ٹیکس اور دیگر ذرائع سے ان جنگوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں جو اس بات کی بڑی واضح دلیل ہے کہ امریکی عوام اپنے حکمرانوں کے ساتھ اس فعل میں برابر کے شریک ہیں۔

امریکی رہنماؤں کا افغانستان میں مزید فوج بھیجنے کا مطالبہ کرنا افغان قوم اور خطے کے دیگر ممالک کے لیے انتہائی قابل غور و قابل تشویش بات ہے۔ یہ درست ہے کہ امریکہ نے یہاں بڑے نقصانات اٹھائے اور شکست سے دوچار ہوا ہے لیکن یہ بات ماننی چاہئے کہ وہ اتنی جلدی واضح الفاظ میں شکست کے اعتراف اور جلد یہاں سے نکلنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ امریکہ نے یہاں اپنے ہزاروں لاڈلے فوجیوں کو گنوایا اور ایک خطیر رقم خرچ کی اور کر رہا ہے تو اس کے یہاں کچھ مذموم اہداف اور مقاصد ہیں جن کے لیے وہ یہ سب برداشت کر رہا ہے۔ اس لیے خطے کے دیگر ممالک کو بھی یہ بات ماننی چاہئے کہ امریکہ عین شکست کے وقت بھی اپنی کامیابی کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے اور اپنے شیطانی اہداف کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اب یہ خطے میں واقع ممالک کی مرضی ہے کہ وہ خطے سے امریکیوں کو نکالنے والی جدوجہد کی حمایت کرتے ہیں یا امریکیوں کو یہاں پنجے گاڑنے میں مدد دیتے ہیں۔

مولوی نوراللہ منیب کے ساتھ خصوصی نشست

فوجی کمیشن کے ارکان کے ساتھ انٹرویوز کے سلسلے میں اس بار امارت اسلامیہ کی جانب سے تین صوبوں میدان وردگ، غزنی اور زابل کے فوجی کمیشن کے انچارج 'مولوی نوراللہ منیب' کے ساتھ خصوصی گفتگو کا اہتمام کیا گیا، جس میں جہادی حالات اور دیگر امور پر سیر حاصل بات چیت ہوئی ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں!

سوال: محترم منیب صاحب! آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ سب سے پہلے گزشتہ سال صوبہ زابل، غزنی اور میدان وردگ میں عسکری کمیشن کے ماتحت زون کے کردار اور سکیورٹی کی صورت حال سے آگاہ کیجیے۔

جواب: جب ہم نے ان صوبوں میں کام کا آغاز کیا تو مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ صوبائی گورنروں، ضلعی گورنروں اور صوبائی کمیشن کے ارکان، عسکری قیادت اور جہادی امور کے مختلف عہدے داروں کے ساتھ ملاقاتیں کی گئیں۔ ان سے عسکری کارروائیوں کے منصوبوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ ان کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی گئی۔ اس تمام بات چیت اور مشاہدات کو منظوری کے لیے اعلیٰ قیادت کی طرف بھیج دیا گیا۔ بعدازاں ان منصوبوں کو عملی شکل دینے اور وسائل فراہم کرنے کے لیے باقاعدہ کام کا آغاز ہوا۔ ہمارے کمیشن کے ارکان نے تمام صوبوں میں سال بھر جہادی کارروائیوں کی نگرانی کی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائی اور اس حوالے سے اپنی گزارشات اور تجاویز پر مشتمل رپورٹ قیادت تک پہنچائی گئی۔ جب کہ تمام صوبوں میں جہادی سرگرمیاں بہتر پیش رفت کے ساتھ جاری رہیں۔ مجاہدین کے حوصلے بلند اور دشمن مغلوب تھا۔ عمری آپریشن کے دوران ان تمام صوبوں میں بہت سی کارروائیاں کی گئیں۔ مثلاً صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں دہشت گرد ملیشیا کی طاقت توڑ دی گئی ہے۔ اس ضلع میں دشمن نے قبائلی رہنماؤں کو بغاوت پر اکسانے کی بہت کوشش کی تھی۔ اس کے لیے بڑی رقم خرچ کی گئی اور پروپیگنڈہ بھی کیا گیا، تاہم مجاہدین نے اللہ کے فضل سے دشمن کی اس مذموم کوشش کو ناکام بنا کر ضلعی عمارت کے علاوہ باقی تمام علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہے۔ اسی طرح ضلع گیرو میں بھی مجاہدین نے کارروائیاں کر کے دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا ہے۔ اسی طرح ضلع واغز بھی مجاہدین نے مکمل طور پر فتح کر کے وہاں سفید پرچم لہرا دیا ہے۔ کابل قندھار شاہراہ' مجاہدین کے کنٹرول میں ہے۔ گزشتہ سال کے مجاہدین نے کئی بار اس اہم شاہراہ کو بلاک کر کے دشمن کی آمد و رفت روک دی تھی۔ اسی شاہراہ پر کئی بار دشمن کے اڈوں اور قافلوں پر حملے کیے گئے۔ مجاہدین غزنی شہر میں گوریلا سرگرمیوں میں مصروف ہیں، جس سے دشمن حواس باختہ ہے۔ مجموعی طور پر مجاہدین کی سرگرمیاں اور جہادی صورت حال تسلی بخش ہے۔

سوال: گزشتہ سال کے مجاہدین نے غزنی، زابل، میدان وردگ میں کتنے حملے کیے؟

جواب: ہماری معلومات اور اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ سال صوبہ غزنی میں دشمن کے 1 ہزار 2 سو ستاون اہل کار ہلاک اور 1 ہزار 34 زخمی ہوئے۔ دشمن کے 134 ٹینک، 55 فوجی گاڑیوں، 12 بکتر بند گاڑیاں، 22 موٹر سائیکلیں اور 11 فوجی ٹرک تباہ کیے گئے۔ جب کہ غزنی میں 5 ٹینک، 3 فوجی گاڑیاں، 9 موٹر سائیکلیں، 83 عدد کلاشنکوفیں، 16 مشین گنیں، 4 ٹائم بم، 6 راکٹ لانچر، 9 عدد جی تھری، 4 راکٹ فیوز، 16 عدد مارٹر گولے، 4 راؤنڈز، 4 عدد پستول، 1 عدد آر پی جی توپ سمیت بھاری مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود غنیمت میں حاصل کیا ہے۔ صوبہ غزنی میں گزشتہ سال کے دوران 124 مجاہدین شہید اور 87 زخمی ہو گئے۔ صوبہ زابل میں گزشتہ سال کے دوران مجاہدین نے دشمن کی چوکیوں اور فوجی گاڑیوں پر 629 بم دھماکے اور حملے کیے، جن کے نتیجے میں دشمن کے 472 اہل کار ہلاک اور 376 زخمی ہوئے۔ علاوہ ازیں اس صوبے میں دشمن کے 51 سپاہیوں نے امارت اسلامیہ کے آگے سرنڈر ہو چکے ہیں۔ گزشتہ سال صوبہ زابل میں دشمن کے مالی وسائل کو بھی بھاری نقصان پہنچا ہے۔ 110 فوجی گاڑیاں اور 58 ٹینک مجاہدین کے حملوں کے نتیجے میں تباہ ہو گئے ہیں۔ گزشتہ سال زابل میں 43 مجاہدین شہید اور 58

زخمی ہوئے ہیں۔ گزشتہ سال صوبہ میدان وردگ میں مجاہدین نے دشمن پر 326 حملے اور 115 بم دھماکے کیے۔ جن کے نتیجے میں دشمن کے 450 فوجی ہلاک اور 275 زخمی ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں دشمن کے 99 ٹینک اور 136 فوجی گاڑیوں کو تباہ کیا گیا۔ جب کہ 7 چیک پوسٹوں اور ایک بڑا فوجی اڈہ بھی فتح ہوا۔ ان تمام جہادی کاروائیوں کے دوران صوبہ میدان وردگ میں 118 مجاہدین زخمی اور 48 شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

سوال: یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جنگ کے دوران عام شہریوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ افغانستان میں بھی شہریوں کو جانی ومالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بین الاقوامی ایجنسیاں اور نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیموں نے ہمیشہ مجاہدین پر ہی یہ الزام عائد کیا ہے کہ شہری ہلاکتوں میں وہ ملوث ہیں۔ آپ شہری ہلاکتوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ حقیقت واضح ہے کہ کوئی بھی جنگ شہری ہلاکتوں سے محفوظ نہیں ہے۔ جن علاقوں میں جنگ ہوگی، وہاں عام شہریوں کو نقصان پہنچنا ایک حقیقت ہے۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین اسلامی تعلیمات پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں اسلام ایک انسان کس قدر اہمیت دیتا ہے! کسی انسان کا ناحق خون بہانا شریعت میں کتنا بڑا جرم قرار دیا گیا ہے! مجاہدین اس حقیقت سے واقف ہیں۔ اسی لیے امارت اسلامیہ نے اپنے انتظام میں شہری ہلاکتوں سے بچاؤ کے لیے ایک خصوصی ادارہ قائم کیا ہے، افغانستان بھر میں اس کا انتظام فعال ہے۔ اس ادارے نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ عام شہریوں کے جان ومال کا تحفظ یقینی بنایا جائے۔ اس ادارے کے ارکان ہمیشہ مجاہدین کے ساتھ رابطے میں رہتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی واقعے میں مجاہدین کی جانب سے عام شہریوں کو کچھ نقصان پہنچتا ہے تو یہ ادارہ فوری طور سے تحقیقات شروع کر کے غم زدہ خاندان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا ہے۔ اس ادارے کی کوششوں سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی جانب سے شہری ہلاکتوں کے واقعات میں واضح کمی آئی ہے، جو کہ خوش آئند ہے۔

گزشتہ سال شہری ہلاکتوں کے واقعات کے اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ شہری ہلاکتوں کے بہت سے واقعات میں دشمن ملوث رہا ہے۔ میدان وردگ میں شہری ہلاکتوں کے 36 واقعات رونما ہوئے، جن میں 41 عام شہری شہید اور 77 زخمی ہوئے۔ ان میں 25 واقعات دشمن کی جانب سے رونما ہوئے۔ تین واقعات عام شہریوں کے آپس کے اختلافات کی بنیاد پر ہوئے۔ تین واقعات ٹریفک حادثات اور پانچ واقعات مجاہدین کی جانب سے رونما ہوئے۔ صوبہ غزنی میں مجموعی طور پر 33 واقعات رونما ہوئے، جن میں 27 واقعات میں حکومت ملوث تھی، جب کہ 6 واقعات میں مجاہدین کے ہاتھوں سامنے آئے۔ اسی طرح زابل میں 21 شہریوں کے قتل کے واقعات ریکارڈ کیے گئے۔ جن میں سے اکثر واقعات میں دشمن ملوث تھا۔

سوال: دشمن ہمیشہ یہ پروپیگنڈا کرتا ہے کہ صوبہ زابل کے ضلع خاک افغان میں داعش موجود ہے۔ داعش کے جنگجو اس ضلع کے مختلف علاقوں میں سرگرم ہیں اور متعدد علاقوں پر ان کا کنٹرول ہے۔ آپ ان رپورٹس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: حال ہی میں اس پروپیگنڈے نے زور پکڑا ہے۔ حکومت کی یہ کوشش ہے کہ افغانستان میں داعش کو حقیقت سے کئی گنا زیادہ ظاہر کرے۔ ایک سال قبل ضلع خاک افغان اور ضلع ارغنداب میں ایسے افراد موجود تھے، جو داعش سے اپنا تعلق ظاہر کرتے تھے۔ انہوں نے متعدد علاقے میں کچھ مشکلات اور مسائل بھی پیدا کیے تھے، لیکن امارت اسلامیہ نے گزشتہ سال اس علاقے میں وسیع پیمانے پر کارروائی کر کے پورا علاقہ کلیئر کر کے یہاں سے یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اب خاک افغان اور دیگر علاقوں میں مکمل امن اور امارت اسلامیہ کی عمل داری قائم ہے۔ وہاں ہمارے مجاہدین موجود ہیں۔ مَیں نے خود اپنے گورنر صاحب اور دیگر صوبائی حکام کے ساتھ ان علاقوں کا تفصیلی دورہ کیا ہے، وہاں علاقے کے عوام اور مجاہدین کے ساتھ ملاقاتیں کیں، عوام نے مجاہدین کے تعاون اور قیامِ امن پر مسرت کا اظہار کیا۔ لوگ سکون کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان علاقوں میں امن قائم ہے۔ سکیورٹی کی صورت حال بہت بہتر ہے۔ یہاں داعش موجود ہے اور نہ ہی دوسرے شرپسند عناصر موجود ہیں۔ ان تمام علاقوں میں امارت اسلامیہ کی حکمرانی ہے۔

سوال: امارت کے زیر کنٹرول علاقوں میں عوام اور مجاہدین کے درمیان تعلقات کیسے ہیں؟ ان علاقوں میں عدلیہ اور تعلیم و تربیت کی صورت حال کیسی ہے؟

جواب: عسکری کمیشن کے ماتحت ہمارے حلقے کے ارکان کی ذمہ داریوں میں مجاہدین کی نگرانی بھی ہے۔ اس سلسلے میں عوام کے ساتھ مجاہدین کے تعلقات اور عوام کی شکایات کی سماعت بھی ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ ہمارا زیادہ تر تعلق بھی عوام کے ساتھ ہے۔ اٹھنا بیٹھنا بھی ان کے ساتھ ہے۔ ہم دیہاتوں میں عوام کے ساتھ ملاقاتیں کرتے ہیں۔ ان کی شکایات اور تجاویز کو ہم سنتے اور نوٹ کرتے ہیں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ عوام کے ساتھ مجاہدین کا تعلق اور سلوک بہت بہتر ہے۔ ماضی میں کبھی کبھی ہم اس حوالے سے شکایات سنتے تھے، لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ صورت حال تبدیل ہو چکی ہے اور مجاہدین بھی اس کی اہمیت محسوس کر چکے ہیں۔

پورے افغانستان کی طرح ان صوبوں میں بھی امارت اسلامیہ کی عدالتیں قائم اور کام کر رہی ہیں۔ عوام بھی ان پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ عوام اپنے مسائل کے حوالے سے انہی عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارا نصب العین اور مشن اسلامی نظام کا قیام ہے، جو عدالتوں کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ امارت اسلامیہ نے بھی اس کی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر نظام عدالت کو اولین ترجیحات میں شامل کر رکھا ہے۔ اپنی بھرپور توجہ اسی طرف مرکوز کر رکھی ہے۔ اعلی عدلیہ کی جانب سے ججوں کی تربیت کے لیے وقتاً فوقتاً سیمینارز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ بار بار وفود بھیجے جاتے ہیں، تاکہ تمام علاقوں میں قریب سے عدالتوں کی کارکردگی کی جانچ پڑتال کی جاسکے۔ اللہ کے فضل و کرم سے عدالتوں کی کارکردگی میں مزید بہتری آ رہی ہے۔ امارت اسلامیہ تعلیم وتربیت اور شعبہ صحت پر بھی بھرپور توجہ دیتی ہے۔ اب تمام علاقوں میں مدراس، دارالحفاظ اور اسکولز فعال ہیں، جن میں نئی نسل تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو رہی ہے۔ مثلاً صوبہ میدان وردگ میں ابھی ہمارے اعداد و شمار کے مطابق 93ہزار 5 سو تیرہ بچے عصری تعلیمی اداروں میں حاضر ہیں، جب کہ 12ہزار 78 بچے دینی مدارس اور دارالحفاظ میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

سوال: آپ جانتے ہیں امارت اسلامیہ نے مجاہدین کو ہمیشہ تاکید کی ہے کہ وہ عوامی مفاد کے منصوبوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ ان تمام منصوبوں کی حمایت کریں، جو عوام کے مفاد میں ناگزیر ہوں۔ اس حوالے سے حال ہی میں ایک اعلامیہ بھی شایع ہوا تھا، تاہم دشمن اب بھی یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ مجاہدین عوامی مفاد کے منصوبوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ راستوں اور پلوں کو تباہ کیا جاتا ہے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: مجاہدین بھی افغانستان کے باسی اور اسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی قوم اور مسلمان عوام کے مفادات کا تحفظ ان کا بنیادی ہدف ہے۔ اس لیے عوامی مفاد کے حامل منصوبوں کو نقصان نہیں پہنچاتے، بلکہ ان کی حمایت بھی کرتے ہیں۔ ان کا تحفظ بھی یقینی بناتے ہیں۔ مجاہدین کی حکمت عملی یہ ہوتی ہے کہ وہ جب کسی علاقے میں کارروائی کی منصوبہ بندی کرتے ہیں تو وہ وہاں موجود عوامی مفاد کے منصوبوں کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ کارروائی کے لیے ایسا نقشہ بنایا جاتا ہے، جن سے عوامی افادیت کے حامل منصوبوں کو نقصان نہ پہنچے۔ ہماری جانب سے بھی مجاہدین کو ہمیشہ یہی تاکید کی جاتی ہے۔ مجاہدین عوامی افادیت کے حامل منصوبوں کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے چند مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً حال ہی میں صوبہ میدان وردگ میں 70 کلو میٹر سڑک کا تعمیراتی کام جاری ہے۔ مجاہدین نے سڑک کا تعمیراتی کام کرنے والوں کا تحفظ یقینی بنایا ہے۔ اسی طرح کابل سے بجلی کی فراہمی کا منصوبہ شروع ہوا ہے۔ اس کے کھمبے لگائے جا رہے ہیں۔ یہ منصوبہ میدان وردگ سے گزر کر اب غزنی میں اس پر کام شروع ہے۔ یہ تمام علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔ مجاہدین کی طرف سے انہیں کوئی مشکل درپیش نہیں ہے۔ جب کہ مجاہدین نے ان کے تحفظ کے لیے کردار ادا کیا ہے۔ مجاہدین ان تمام منصوبوں کا خیر مقدم اور ان کی حفاظت کرتے ہیں، جو عوام کے مفاد میں اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں۔ کیوں کہ امارت اسلامیہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے خود بھی منصوبے بنا رہی ہے اور مختلف علاقوں میں سڑکیں تعمیر کر رہی ہے۔

سوال: یہ بتائیں کہ دشمن کس حال میں ہے؟ بظاہر لگتا ہے وہ حواس باختہ اور بوکھلاہٹ کا شکار ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر ہمارے مجاہدین مکمل دیانت، اخلاص اور تقوی کے ساتھ جہاد کا فریضہ انجام دیتے رہیں تو اللہ تعالی کی مدد ضرور شامل حال رہے گی۔ مجاہدین کے ساتھ اللہ کی نصرت یہ ہے کہ انہیں رعب و دبدبہ دیا گیا ہے۔ ان کا دشمن مرعوب ہے۔ جس طرح اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد انہیں رعب دینے اور دشمن کو مرعوب کرنے کی صورت میں کرتا تھا۔ دشمن اب حواس باختہ اور بوکھلاہٹ کا شکار ہے۔ اُس پر مجاہدین کا رعب ہے۔ یہ مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالی کی مدد کی علامت ہے۔ مجاہدین کے لیے ضروری ہے کہ دیانت داری، اخلاص اور تقوی میں مزید اضافہ کریں۔ عسکری کمیشن نے بھی مجاہدین کی تربیت اور اصلاح پر بھرپور توجہ دے رکھی ہے۔ مختلف مواقع پر تربیتی سیمینارز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ مجاہدین کو عسکری تربیت دینے کے علاوہ نظریاتی اور فکری تربیت بھی دی جاتی ہے۔

سوال: آپ کا شکریہ! ہمیں اپنا قیمتی وقت دیا۔ آخر میں آپ عوام اور مجاہدین کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

جواب: عوام کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ ہماری قومیت مسلمان ہے۔ اسلام میں علمائے کرام اور مجاہدین قوم کی قیادت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کے اہل ہیں۔ ہم اپنے عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مجاہدین اور علمائے کرام کی بھرپور حمایت کریں۔ مجاہدین کے لیے جانی و مالی قربانی دینے اور اپنے علاقوں میں مجاہدین کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے کردار ادا کریں۔ جس طرح اب تک عوام مجاہدین کی حمایت میں پیش پیش ہیں، امید ہے وہ آئندہ بھی مجاہدین کی اسی طرح حمایت کرتے رہیں گے۔ اسی طرح مجاہدین کو بھی یہ پیغام دیتا ہوں کہ وہ خود میں اپنی قوم اور عوام کی بلاامتیاز خدمت کا جذبہ پیدا کریں۔ جس طرح طاغوتی قوتوں کے خلاف لڑنے کے لیے کمربستہ ہیں، اسی طرح عوام کی خدمت کے لیے بھی اسی جذبے کے ساتھ کمربستہ ہو کر اپنا کردار ادا کریں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملا عبدالمنان احمد شہید

عبدالرؤف حکمت

تاریخ اسلام اُن قائدین کی عظیم داستانوں سے بھری پڑی ہے، جنہوں نے کم عمری میں اسلام کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان کارناموں پر رہتی دنیا تک فخر کیا جاتا رہے گا۔ ہماری زرین تاریخ میں معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما اور محمد بن قاسم رحمہ اللہ جیسے جانثار قائدین کی مثالیں موجود ہیں۔ موجودہ زمانے میں بھی ایسے قابل فخر نوجوان قائدین موجود ہیں، جنہوں نے اپنی قربانیوں سے تاریخ رقم کی ہے۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ افغانستان پر امریکی یلغار کے بعد اس کے خلاف مزاحمتی تحریک کا بوجھ ہمارے نوجوانوں نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا ہے۔ یہ وہی نوجوان تھے، جو امریکی ٹیکنالوجی اور لاکھوں افواج کے خلاف مقابلے کے لیے سینہ تان کر میدان میں کود پڑے۔ انہوں نے بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا ہے۔ استعماری قوتوں پر فدائی اور گوریلا حملوں کے ذریعے دشمن کو ناکوں چنے چبوادیے۔ آج ایسے ہی ایک نوجوان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

ملا عبدالمنان احمد شہید:

ملا عبدالمنان احمد کے والد کا نام محمد واصل ہے، جب کہ اُن کے دادا کا نام حاجی دین محمد ہے حسین خیل قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ 1403ھ میں کابل کے ضلع موسہی میں پیدا ہوئے۔ آبائی علاقہ حاجی خیل گاؤں ہے۔ ملا عبدالمنان کی پیدائش کے وقت افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف جہاد کا دور دورہ تھا۔ وہ اس وقت پیدا ہوئے، جب کمیونزم کے خلاف جہاد زور و شور سے جاری تھا۔ افغانستان کے ہر گاؤں اور ہر علاقے میں شدید جھڑپیں جاری تھیں۔ موصوف اسی انقلابی ماحول میں پلے بڑھے۔ اس لیے بچپن سے ان کے دل و دماغ میں جہاد کا جذبہ اور ولولہ موجود تھا۔

دینی تعلیم

انہوں نے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا اور تیسری جماعت پاس کرنے کے بعد چھ سال کی عمر میں دینی علوم کا آغاز کیا۔ فقہ اور دیگر علوم اپنے دادا اور علاقے کے مختلف علمائے کرام سے حاصل کیے۔ امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت میں کابل میں شہید ملا معاذ اللہ اور شہید ملا بور جان رحمہا اللہ کے مدرسوں میں دینی علوم کے حصول کا سلسلہ جاری رکھا۔ بعد ازاں انہوں نے صوبہ ننگرہار میں معروف جہادی مدرسہ دارالعلوم صدیقیہ میں بقیہ تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے افغانستان اور پاکستان کے مختلف مدارس میں حصول کا سلسلہ جاری رکھا۔ قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر صوبہ خیبر پختونخوا کے علاقے شاہ منصور صوابی میں شیخ القرآن مولانا نور الہادی صاحب سے پڑھی۔

جہادی زندگی

ملا عبدالمنان احمد نے پہلی بار تب جہاد میں حصہ لیا، جب وہ ننگرہار کے جہادی مدرسے میں زیرِ تعلیم تھے۔ امارت کے دورِ حکومت میں افغانستان کے مختلف علاقوں اور صوبوں میں جہادی مدارس قائم کیے گئے تھے، جن میں ایسے طالب علم زیر تعلیم تھے، جو جہاد میں بھی حصہ لیتے تھے۔ جن کی قیادت قندھار کے جہادی مدرسے کے نگران قاری فیض محمد سجاد شہید کرتے تھے۔ ملا عبدالمنان شہید نے پہلی بار امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت کے دوران 19 سال کی عمر میں سجاد شہید کی قیادت میں صوبہ تخار جا کر جہاد میں حصہ لیا۔ جب امریکا نے افغانستان پر یلغار کی تو دیگر ہزاروں مجاہدین کی طرح ملا عبدالمنان احمد بھی ہجرت پر مجبور ہوگئے۔ وہ قبائلی علاقے میں جا کر دینی علوم کے حصول اور جہاد میں مصروف عمل ہو گئے۔

انہوں نے اس بار صوبہ خوست میں جہاد شروع کیااور دیگر مجاہدین کے ساتھ مل کر خوست کے شہر تو پچی پاٹک اور ضلع باک میں امریکا کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لیا۔ چوں کہ انہوں نے زمانہ طالب علمی کے دوران خوست کے انہی علاقوں میں تعلیم حاصل کی تھی، اس لیے وہ یہاں سے واقف تھے۔ انہوں نے پہلے گوریلا اور بعد ازاں بڑے حملوں میں حصہ لیا۔ ملا عبدالمنان احمد نے اپنی صلاحیت کے پیش نظر جہادی گروپ تشکیل دیا، جس میں ان کی قیادت میں گیارہ مجاہدین نے حصہ لیا، جو ان کے اپنے علاقے کے دوست تھے۔ بعد ازاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیااور یہ تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی۔ انہوں نے ملک کے ممتاز جہادی رہنما مولوی جلال الدین حقانی صاحب کی قیادت میں امارت اسلامیہ کے پلیٹ فارم سے جہادی خدمات انجام دیناشروع کیں۔

امریکی حملے کے بعد ابتدائی سالوں میں جنوبی افغانستان کے قریب وزیرستان کے قبائلی سرحدی علاقوں میں مجاہدین نے خفیہ جہادی مراکز قائم کیے اور یہاں سے سرحدی علاقوں میں غیر ملکی حملہ آوروں کے ٹھکانوں اور گشت کرنے والے اہل کاروں پر جارحانہ حملوں کا آغاز کیا۔ ملا عبدالمنان احمد جہادی حملوں کے اُن ابتدائی شرکاء میں تھے، جنہوں نے بٹی، مٹی کنڈو، لواڑہ، منگڑیتی، منی کنڈو، ترخوبی اور دیگر سرحدی پہاڑی علاقوں میں امریکیوں اور ان کی کٹھ پتلیوں پر شدید حملے کیے تھے۔

ملا عبدالمنان احمد صوبہ خوست کی بیشتر جہادی کارروائیوں میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شریک ہوتے تھے۔ انہوں نے خوست کے ضلع قلندر اور پکتیا کے ضلع جانی خیل کو فتح کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ صوبہ خوست کے ضلع علی شیر کو فتح کرنے کی کارروائی میں بہت سے مجاہدین شریک تھے۔ یہ ملا عبدالمنان کا ایک عظیم کارنامہ تھا، لیکن انہوں نے اس عظیم فتح پر اس لیے خوشی کا اظہار نہیں کیا کہ فتح کے بعد امریکی فوجیوں نے خوست میں شدید بمباری کی، جس میں دیگر دس مجاہدین کے علاوہ ان کے دست راست اور دلیر مجاہد ساتھی ملا مصطفی بھی شہید ہو گئے تھے۔ 2007 میں امریکی فوجیوں نے انہیں صوبہ خوست میں ایک اچانک حملے کے دوران حراست میں لے کر بگرام جیل منتقل کر دیا۔ وہ 8 دن اس جیل میں قید رہے۔ امریکی فوجیوں نے ان سے تفتیش کی، لیکن تمام تر مصائب اور تشدد کے باوجود انہوں نے اعتراف نہیں کیا کہ وہ 'ملا عبدالمنان' ہیں۔ 8 دن کے بعد اللہ کے فضل سے رہا ہو کر دوبارہ اپنے دوستوں کے ساتھ مل گئے۔

انہوں نے جیل سے رہائی کے بعد صوبہ پکتیا کے شواک اور سٹو کنڈو کے پہاڑی علاقوں میں جہادی محاذ کو فعال کرنے پر کام شروع کیا۔ یہ علاقہ سوویت یونین کے خلاف جہاد کے دوران ملک کی معروف جہادی شخصیت مولوی جلال الدین حقانی کا مضبوط جہادی مرکز تھا۔ اس بار ان کی قیادت میں ملا عبدالمنان احمد اور دیگر سیکڑوں مجاہدین نے یہاں سے غیر ملکی حملہ آوروں کے خلاف کارروائیوں کا آغاز کیا تھا۔ 1386

ھ میں موسم بہار اور موسم گرما میں ملا عبدالمنان احمد اور ان کے 400 ساتھیوں نے پکتیا کے سٹو کنڈو اور گرد و نواح کے علاقوں میں امریکی حملہ آوروں کے خلاف سیکڑوں حملے کیے، جن میں بم دھماکے، گھات لگا کر کیے گئے حملے، گولہ باری اور فدائی حملے شامل ہیں۔ ان کارروائیوں سے دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصان پہنچا تھا۔ انہوں نے ان فاتحانہ حملوں کی ویڈیو بنا کر عوام کے سامنے ثابت کیا کہ امریکی ٹینکوں کو تباہ کیا جاسکتا ہے۔ انہیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور اور ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ ان کی مستند ویڈیوز نے نہ صرف مجاہدین کے حوصلے بلند اور دشمن کے پروپیگنڈے کا سدباب کیا، بلکہ عام میڈیا پر بھی بڑا ہنگامہ برپا کر دیا۔ یہاں تک کہ الجزیرہ ٹی وی چینل اور دیگر بین الاقوامی ٹی وی چینلز نے ان ویڈیوز پر تبصرہ کیا۔ ان ویڈیوز نے جاری جہاد میں اہم کامیابی کے علاوہ نفسیاتی جنگ میں بھی فیصلہ کن کردار ادا کیا۔

کچھ یادگاریں

ملا عبدالمنان کے مدرسے کے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ وہ ایک مخلص اور سنجیدہ انسان تھے۔ مدرسے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیک سلوک، اساتذہ کا احترام کرتے اور وقت کے ضیاع سے خود کو بچانے جیسی صفات کے حامل تھے۔ ان کے جہادی دوست کہتے ہیں کہ وہ صبر، استقامت اور برداشت کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اس لیے وہ تکالیف برداشت کر سکتے تھے۔ وہ ایک بار مجاہدین کے ساتھ لواڑہ سرحدی پہاڑ کے خطرناک راستوں پر کارروائی کے لیے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک ساتھی کو دیکھا، جس کے جوتے پھٹنے کی وجہ سے وہ مشکل سے چل پارہا تھا۔ انہوں نے فوراً اپنے جوتے اس کو دے دیے اور خود اس کے پھٹے ہوئے جوتوں میں سفر شروع جاری رکھا۔ امریکیوں کے خلاف جہاد کے ابتدائی برس تکالیف اور مشکلات کے لحاظ سے سخت ترین دور تھا۔ مجاہدین مالی لحاظ سے بہت کمزور تھے۔ غربت اور افلاس کی وجہ سے مجاہدین آزمائشی دور سے گزر رہے تھے، لیکن ملا عبدالمنان نے ان مشکل حالات میں بھی جرأت اور جواں مردی سے مقابلہ جاری رکھا۔ ایک بار قبائلی علاقوں میں حالات خراب ہوگئے تو انہوں نے اپنے مرکز کے مجاہدین کو قرآن پاک کا ترجمہ حاصل کرنے کے لیے ایک مدرسے میں بھیجا اور خود چھ ساتھیوں کے ہمراہ لواڑہ جہادی علاقہ کی طرف چلے گئے۔ ان کی جیب میں اس وقت صرف چار ہزار روپے تھے۔ انہوں نے اس رقم سے وہاں کافی عرصہ گزارا اور اس رقم سے مجاہدین کے اخراجات اور دیگر جہادی ضرورتیں پوری کیں۔

ملا عبدالمنان ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ مجاہدین اسباب و وسائل کے بجائے اللہ پر بھروسا رکھیں۔ کیوں کہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نے محض اللہ تعالی پر توکل اور بھروسے پر جہاد شروع کیا تھا۔ اس لیے اللہ نے انہیں عظیم کامیابی عطا کی۔ جب اس تحریک کو توکل پر شروع کیا گیا تھا تو اسے بھولنا نہیں چاہیے۔

ملا صاحب علمائے کرام اور دینی مفکرین کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ہر جہادی معاملے میں ان کے ساتھ مشاورت کرتے تھے۔ انہوں نے کئی بار مدرس علمائے کرام کو اپنے مرکز پر بلایا، تاکہ وہ مجاہدین کو تبلیغ اور نصیحت کریں۔ جہاد کے احکام اور مسائل سکھائیں۔ جن علمائے کرام نے ان کے مرکز کا معائنہ کیا تھا، ان کا کہنا ہے کہ ان کے مرکز کے مجاہدین الگ خصوصیات رکھتے تھے۔ اصلاح، اخلاص اور دیانت کے لحاظ سے ان کی خصوصیات قابل ذکر ہیں۔

شہادت

ملا عبدالمنان احمد نے 27 اکتوبر 2007 کو عصر کے وقت پکتیکا کے سرحدی علاقہ لواڑہ میں امریکی فوجیوں کے ساتھ ایک جھڑپ میں جام شہادت نوش کیا۔ انہوں نے آخری دن بھی امریکی فوجیوں کے ساتھ بہت بہادری سے مقابلہ کیا۔ چند امریکی فوجیوں کو ہلاک کرنے کے بعد خود بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملا عبدالمنان شہید ایک جہادی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے دو بھائی شہید امیر گل اور شہید نور محمد نے بھی اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ ان کی نماز جنازہ قبائلی علاقے میران شاہ میں ادا کی گئی، جس میں ہزاروں مجاہدین اور مہاجرین نے شرکت کی۔ چند روز قبل جیل سے رہا ہونے والے معروف مجاہد اور ممتاز مبلغ استاد محمد یاسر نے جنازہ کے موقع پر دل نشین خطاب کیا۔

مجاہد رہنما ملا عبدالمنان احمد کے جسد خاکی کو ہجرت اور جہاد کی اسی سرزمین میں دیگر شہداء کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

شام کی تقسیم کا یہودی منصوبہ

حسن مومند

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ یہودیوں کا ہدف فلسطین پر قبضے 'گریٹر اسرائیل' کا قیام تھا۔ جس کا نقشہ عراق، سعودی عرب، ایران، لبنان، اردن، شام اور ترکی سے لے کر خلیج عرب، بحیرہ عرب کے کچھ حصے اور افغانستان کی سرحدوں کو شامل کر کے تیار کیا گیا ہے۔ ایسا نہیں کہ صہیونی قوتیں اس منصوبے میں کامیاب ہوگئی ہیں، مگر یہ سچ ہے کہ اس ہدف تک پہنچنے کے لیے یہود نے اپنی سی کوششیں جاری رکھی ہوئی ہیں۔ فلسطین کے آس پاس کے علاقوں میں 1948 سے لے کر اب تک کی تمام جنگیں یا خانہ جنگیاں اس لیے ہیں کہ تمام عرب ممالک شدید کمزور ہو جائیں۔ ہر ملک کئی حصوں میں بٹ جائے۔ کوئی اس قابل نہ رہے کہ اسرائیلی منصوبے کی راہ میں رکاوٹ بن سکے۔ 1982 میں مشہور اسرائیلی اخبار Haarelz میں اسرائیلی عسکری امور کے ایک تجزیہ کار نے لکھا تھا کہ روزِ اول سے اسرائیل کی اسٹریٹیجی یہ ہے کہ اپنی سرحدوں کو وسعت دینے کے لیے آہستہ آہستہ عرب ممالک کو تقسیم در تقسیم کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں عراق میں شیعہ سنی کی دو الگ الگ حکومتیں بنائی جائیں۔ جب کہ عراق، شام اور ترکی میں تقسیم شدہ کردوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان کے لیے الگ ملک بنایا جائے۔

یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ دنیا بھر کے یہودی خصوصاً گریٹر اسرائیل کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے 3 باتیں لازمی قرار دیتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اسرائیل کو دنیا بھر کی بڑی اقتصادی اور عسکری طاقت بنا دیا جائے۔ یہودیوں کی یہ خواہش کبھی بھی پوری نہیں ہوگی۔ اگرچہ یہودی اس کے لیے بہت جدوجہد کرتے ہیں، مگر وہ کم از کم خطے کے تمام اسلامی ممالک سے اقتصادی اور عسکری دونوں میدانوں میں آگے ہیں۔ 1968ء کی جنگ میں مصر، شام اور عراق کے جیسے مضبوط ممالک کو شکست دینا اس بات کا ثبوت ہے۔ دوسری بات یہ کہ فلسطینیوں کی تمام زمین پر یہودی قبضہ ہو چکا ہے۔ اس میں یہودی آبادکاروں کے لیے گھر تعمیر کیے گئے ہیں۔ غاصب اسرائیلی حکومت کا یہ منصوبہ مغربی پٹی اور غزہ میں بہت تیزی سے جاری ہے۔ اسرائیل کے موجودہ وزیر اعظم نیتن یاہو اس کام میں سابقہ ہر سربراہِ مملکت سے زیادہ دل چسپی لے رہے ہیں۔ خود اسرائیلی میڈیا میں بھی ایسی رپورٹس نشر ہوئی ہیں کہ نیتن یاہو کے دور اقتدار میں فلسطینی علاقوں میں یہودی آبادکاروں کے لیے نئی آبادیوں میں 100 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ تیسرے مرحلے میں عرب ممالک میں خانہ جنگی کو عروج دے کر ان ممالک کو تقسیم کرنا ہے۔ ایسا لگتا ہے اسرائیل پڑوسی ممالک میں اپنے مذموم منصوبے تدریجاً مکمل کر رہا ہے۔ اب اس کی زیادہ توجہ شام کی جانب ہے۔ وہ پہلے شام کو تقسیم کر کے اس جانب اپنی سرحدوں کو توسیع دینا چاہتا ہے۔ اس حوالے سے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے گزشتہ سال ڈاووس کے دورے پر مشہور اسرائیلی اخبار 'یروشلم پوسٹ' سے طویل گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ 'اگر شام کو تقسیم کر دیا جائے تو اس سے مشرق وسطیٰ میں امن آ جائے گا۔'

شاید بہت سے لوگ یہ سوچیں کہ شام کی تقسیم کی یہ خواہش اور منصوبہ اسرائیل نے شام کے موجودہ حالات کے بعد بنایا ہو گا، مگر یہ بات نہیں ہے۔ اسرائیل کا یہ منصوبہ بہت پرانا ہے۔ 1982 میں 'اوڈڈ یانون' نامی مغربی صحافی نے اپنی کتاب Strategy for israel in nineteen nineties میں لکھا تھا کہ شام کی تقسیم کے ذریعے اسرائیل کے بہت سے خواب پورے ہو سکتے ہیں۔ اب شام میں ایسے حالات سامنے آئے ہیں کہ اوڈڈ یانون کے بیان کیے ہوئے اسرائیلی خواب کو تعبیر دینے والے حالات پیدا ہو چکے ہیں۔

مغربی ممالک کا منصوبہ یہ ہے کہ شام کو 7 حصوں میں تقسیم کر کے چھوٹی چھوٹی آزاد حکومتیں قائم کی جائیں، جن میں 2 ممالک شیعوں، 2 سنیوں، 1 کردوں، 1 دروزیوں اور ایک گولان کے علاقے میں شامی عیسائیوں کے ہوں گے، جس میں وہ لوگ آزادی اور اطمینان سے زندگی گزاریں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ 'عیسائی ریاست' قبطی عیسائیوں کو دے دی جائے گی، تاکہ وہ مصر کے متشدد مسلمانوں کی جانب سے درپیش چیلنجوں سے محفوظ ہو جائیں۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ جب اس منصوبے پر عمل ہو جائے گا تو بشارالاسد کے حامی علویوں کو بحیرہ روم کے کنارے ایک ٹکڑا دے دیا جائے گا، تاکہ ساحل پر ہونے کی وجہ سے انہیں بیرونی دنیا سے روابط میں آسانی ہو۔ جب کہ سنیوں کا ایک ملک شمال میں حلب کے مضافات میں اور دوسرا عراق کی سرحد پر ہو گا۔

اس میں شک نہیں کہ اسرائیل و دیگر مغربی ممالک کا یہ منصوبہ بہت خطرناک ہے، مگر ایسا بھی نہیں کہ اس کی روک تھام نہیں کی جا سکتی۔ ان اسرائیلی مذموم منصوبوں کو ناکام بنانا بہت آسان ہے۔ بشرطیکہ اسلامی دنیا میں ایسا غم خوار لیڈر پیدا ہو جائے، جو سعودیہ، مصر، قطر اور اردن جیسے ممالک کو اس بات پر راضی کر لے کہ وہ ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔ جب کہ ایران کو اس بات پر آمادہ کر لے کہ شام، عراق اور یمن کے حالیہ مسائل میں فریق بننے کے بجائے غیر جانب داری کا کردار ادا کرے۔ اگر مذکورہ ممالک وقت کی حساسیت کا ادراک کر کے ذمہ دارانہ وقار قائم کر لیں تو وہ خود بھی اور جنگ میں جلنے والے تمام اسلامی ممالک کو بھی اس عظیم شر سے نجات دلا سکیں گے، ورنہ اس آگ کے شعلے بہت جلد ان کی سرحدوں تک بھی پہنچ جائیں گے۔ تب افسوس اور ہاتھ پاؤں مارنے سے کچھ نہیں ہو گا۔

امریکا کے ہمدرد..؟

موسیٰ فرہاد

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد مرحوم سے ایک سوال کیا گیا کہ "آپ مجاہدین رہنماؤں کو اس بات کی اجازت کیوں دیتے ہیں کہ وہ براہ راست امریکا سے مذاکرات کریں اور کابل انتظامیہ سے بات چیت کی اجازت نہیں دیتے۔ اس میں کیا حکمت ہے؟"

امیر المؤمنین مرحوم نے اپنی خاص لہجے اور مختصر الفاظ میں جواب دیا: 'میں سمجھتا ہوں کہ امریکا کو افغانستان کی جنگ میں دھوکہ دیا گیا ہے۔ وہ احمق لوگ ہیں۔ کسی نے اُسے تھپکی دی ہے کہ تم لوگ لڑو۔ تم جیت سکتے ہو۔ بے عقل لوگوں کو مارنا بھی چاہیے اور انہیں پیار سے تھپکانا بھی چاہیے۔ ہو سکتا ہے بات سے سمجھ جائیں۔ نہ سمجھیں تو مار مار کر بھگادو۔ اس لیے آپ لوگ کوشش کریں کہ ان سے بات چیت بھی کریں۔ انہیں سمجھائیں کہ اول تو آپ لوگوں نے بے جا جنگ شروع کر رکھی ہے۔ آپ قصور وار اور ظلم دار ہیں۔ آپ کو افغانیوں سے لڑنے کا ایسے لوگوں نے مشورہ دیا ہے، جو آپ کے دوست نہیں ہے۔ آپ کو ایسا مشورہ دینے والا بظاہر امریکی یا برطانوی ہی ہو گا۔ آپ نے فیصلہ عقل کی بنیاد پر نہیں کیا۔ آپ نے افغان عوام کے مزاج اور تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا۔ آپ کو اپنے مہلک وسائل نے اتنا مغرور بنا دیا ہے کہ اپنے دشمن کی بات بھی مان لی ہے، جسے بظاہر تم اپنا دوست سمجھتے ہو۔ جب کہ کابل انتظامیہ سے بات چیت کی اجازت دو وجوہات کی بنیاد پر نہیں دے سکتا۔ ایک تو یہ کہ بیرونی قوتوں کے وجود کے بغیر ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس لیے ان سے بات چیت فضول ہے۔ دوسری بات یہ کہ انہوں نے بڑی قومی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ اپنی مٹی اور اپنی قومی غیرت کا سودا کیا ہے۔ جارحیت پسندوں کے ساتھ اپنی زمین کے خلاف جارحیت میں تعاون کیا ہے۔ ایسے لوگ تاریخ میں کسی بھی قوم میں قابلِ معافی نہیں سمجھے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ جارحیت پسند بھی اس طرح کے لوگوں کو ہلکی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے اپنے گھر، ناموس اور سرزمین کو بیچ کھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ خارجیوں کے ہاتھوں اپنی قوم کی ہلاکت پر کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ اُنہیں پیسے اور مادی فوائد کی خاطر خود مختاری اور آزادی کے بجائے غلام اور کٹھ پتلی ہونا پسند ہے۔ اس طرح کے لوگ معاشرے کے سب سے گرے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ تاریخ میں ایسا معاملہ ہوا ہے کہ انہیں ہمیشہ سزا دی گئی ہے۔ انہیں دیگر آزاد اور خود مختار لوگوں کی نظر سے کبھی نہیں دیکھا گیا۔"

سچ بات ہے کہ امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی یہ بات امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے حمایت یافتہ لوگوں کے بارے میں پتھر کی لکیر ہے۔ ایک پشتو ضرب المثل کے مطابق "بے عقل جتنا دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے، اس سے زیادہ خود کو نقصان پہنچاتا ہے۔" 16 سال ہو گئے ہیں کہ امریکی حکام اپنے فوجی بھی مروا

رہے ہیں اور پوری دنیا میں بھی آگ لگا رکھی ہے۔ امریکا ہی کے غلط اقدامات اور ناکام پالیسیوں کے گیارہ ستمبر کے واقعے میں تقریباً چار ہزار افراد ہلاک ہوئے تھے، مگر اس کے انتقام میں اب تک مزید لاکھوں امریکی موت کے منہ میں دھکیل دیے ہیں۔ ان کے اپنے اعداد و شمار کہتے ہیں کہ 4486 امریکی عراق میں ہلاک ہوئے ہیں۔ 2345 افغانستان میں ہلاک ہوئے ہیں۔ دونوں جنگوں میں 1 ملین فوجی زخمی ہو گئے ہیں۔ تقریباً 6 ٹریلین ڈالر کے اخراجات ہوئے ہیں۔

"Archive of armed violence" نامی ادارے نے ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ 2016 میں امریکا میں 60 ہزار سے کچھ کم مسلح واقعات میں پندرہ ہزار سے زائد افراد مارے جا چکے ہیں۔ جب کہ کم از کم 30 ہزار 600 افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ اگر ان اعداد کو گزشتہ ڈیڑھ عشرے سے ضرب دی جائے تو امریکی اہل کاروں کی ہلاکتیں لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ مالی نقصان کی تفصیل محصولات کے امریکی ادارے کی ویب سائٹ AmericanTaxpayers.com پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ 2009 کی رپورٹ کے مطابق ایسا دکھایا گیا ہے کہ امریکا ہر ایک سیکنڈ میں 752 ڈالر کما رہا تھا، اب وہ خسارے کی طرف چل پڑا ہے۔ جنگ کے باعث ہر سیکنڈ کے گزرنے کے ساتھ اسے 231 ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے۔ بہت سے اعداد و شمار کے مطابق امریکی جنگ کے روزانہ کے مصارف 25 سے 28 ملین ڈالر تک ہیں۔ ڈیڑھ عشرے میں اتنے بڑے مصارف کمر توڑ ثابت ہو سکتے ہیں۔ الجزیرہ کی 2016 کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ 15 سالوں میں امریکی جنگ کی وجہ سے افغانستان، عراق اور دیگر خطوں میں 6 لاکھ فوجی مارے جا چکے ہیں۔ 7 ملین سے زیادہ افراد ہجرت اور نقل مکانی کر چکے ہیں۔ اس عرصے میں امریکی خسارہ 13 ملین ڈالر تک پہنچ چکا ہے۔

ان تمام اعداد و شمار اور اندازوں کو دیکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ امریکی حکمرانوں نے اسلامی دنیا، خصوصی افغانستان کو ایک ناجائز اور غیر قانونی جنگ میں دھکیل کر بہت احمقانہ فیصلہ کیا تھا۔ ایسی بے ہدف اور ناکام جنگ کی کامیابی کا خواب کبھی سچا نہیں ہو سکتا۔ یہ جنگ دن بدن جانی نقصان کے اضافے، کمر توڑ معاشی نقصان اور بالآخر عالمی حیثیت کی تباہی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں دے سکتی۔ امریکا کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ افغان عوام نے واقعتاً بہت تکالیف اٹھائی ہیں۔ وہ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اُن کے گھر اور خاندان تباہ ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ جنگ سے بے زار ہیں، مگر جہاد سے اب بھی بے زار ہیں اور نہ ہی کبھی ہوں گے۔ کیوں کہ جہاد مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے، جسے کبھی پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے مسلمان اس مقدس راہ میں موت اور زندگی دونوں کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ اس عقیدے کی نعمت سے مقابل دشمن اور ان کے ہمراہی بہر صورت محروم ہیں۔ اس لیے امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی باتیں اتنی واضح حقیقت ہیں کہ ایک رُخ سے دیکھا جائے تو یہ در حقیقت دشمن کے ساتھ ہمدردی ہے۔ دشمن تھوڑی سی بھی بصیرت سے کام لے اور اپنے ظلم سے دست بردار ہو جائے تو خود بھی تباہی سے بچ سکتا ہے اور دیگر اقوام کو بھی امن کی زندگی گزارنے کا موقع مل جائے گا۔

امریکا نہیں جیت سکتا

شاہد غزنیوال

سویت یونین کے فوجی سربراہ جنرل بوریس گروموف نے افغانستان سے واپسی پر اپنی شکست خوردہ فوج سے کہا تھا کہ 'افغانستان پر حملہ ہماری سب سے بڑی غلطی تھی۔ ہم اپنی نسل کو یہ بات ذہن نشین کرائیں گے کہ ایسی غلطی کا اعادہ کبھی نہ کیا جائے۔' جب جنرل گروموف کے بیان کو لگ بھگ 28 سال ہوگئے ہیں امریکی فوجی سربراہ جنرل نکلسن کہتے ہیں کہ 'افغانستان میں 16 سال سے فوجی کارروائی کے باوجود مجاہدین افغانستان کے وسیع رقبے پر اپنی حکم داری برقرار رکھے ہوئے ہیں، جب کہ کابل انتظامیہ روز بروز اپنا معیار سنبھالنے سے قاصر ہو رہی ہے۔ جنرل نکلسن کہتے ہیں 'افغانستان میں ہماری فوج کی موجودگی ہماری خواہش کے خلاف ہے۔ افغانستان میں غیر معمولی رقم خرچ کرنے، ہماری موجودگی اور امریکی و اتحادی افواج کی قربانیوں کے باوجود مثالی امن قائم کرنے میں بُری طرح ناکام رہے ہیں، بلکہ حکومتی رٹ بھی بالکل نہ ہونے کی طرح ہے۔

جنرل نکلسن نے امریکی سینیٹ کی عسکری کمیٹی کے سربراہ جان مکین کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ 'مَیں سمجھتا ہوں امریکا افغانستان میں ایسی حالت میں ہے کہ جنگ جیت سکتا ہے اور نہ ہی چھوڑ سکتا ہے۔' جب جان مکین نے نکلسن سے پوچھا کہ 'آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ مجاہدین نے 2016 میں ترقی کرتے ہوئے افغانستان کے مزید 15 فیصد علاقوں پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے' تو نکلسن نے جواباً کہا 'جی ہاں! مَیں اس بات سے متفق ہوں۔' جنرل نکلسن نے مزید کہا کہ افغانستان میں پولیس کی سخت کمی ہے۔ پولیس کی مزید بھاری نفری کی ضرورت ہے، تاکہ افغان پولیس کو ٹریننگ دے کر انہیں طالبان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے قابل بنایا جاسکے۔

جنرل نکلسن افغان عوام کی مثالی استقامت سے آنکھیں چُرا کر افغانستان میں قیام امن میں ناکامی کا سبب فوج کی کم تعداد بتاتے ہیں۔ جنرل موصوف نے مجاہدین کے غیر معمولی اثر و رسوخ کی بات کرنا گوارا نہیں کیا۔ جنرل نکلسن سے کسی نے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ جنابِ والا! جب افغانستان میں امریکا کی ڈیڑھ لاکھ فوج موجود تھی، تب انہوں نے کون سا تیر مار لیا تھا۔ کیا 30 ہزار کی منظم و مربوط فوج کے چنگل سے صوبہ ہلمند کا ضلع مارجہ نہیں چھینا تھا؟ کیا امریکا کے مشہور زمانہ اور پیشہ ور جنرل میک کرسٹل کو ہزاروں اتحادی افواج کے ساتھ شکست دے کر میدان سے بھاگنے پر مجبور نہیں کیا تھا، جس کے نتیجے میں انہیں ذمہ داریوں سے سبک دوش بھی ہونا پڑا تھا؟ کیا اس کا سبب بھی اتحادی افواج کی عددی کمی تھا؟

جنرل نکلسن کو چاہیے کہ تاریخ اسلام سے متعلق آنکھیں بند کرنے کے بجائے صاف ناکامی کا اعتراف کر لیں۔ ایک فوجی کی حیثیت سے اپنے سابق جنرلز کے انجام سے عبرت پکڑیں، جو ان سے پہلے یہی ذمہ داریاں نبھاتے تھے۔ وہ بعد ازاں بے شمار فوجوں کی لاشوں کے ساتھ اپنے وطن لوٹ سکے تھے۔ ایک دن آپ بھی اسی طرح واپس بھاگ جائیں گے اور امریکا پھر بھی نہیں جیت سکے گا۔

اسرائیل کی سرحدی دراندازی

حسن زوی

حال ہی میں فلسطینیوں کی مقبوضہ زمین پر اسرائیل کی جانب سے نئی تعمیرات کے خلاف اقوام متحدہ میں ایک قرارداد پیش کی گئی۔ اوباما انتظامیہ نے اس حوالے سے عملاً غیر جانب داری کا مظاہرہ کیا۔ توقعات کے برخلاف اس بار قرارداد کو ویٹو کرنے سے احتراز کرتے ہوئے اسے منظور کر لیا گیا۔ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے اس امریکی فیصلے کے خلاف شدید غصے کا اظہار کیا تھا۔ دوسری طرف نومنتخب صدر ٹرمپ نے اسرائیل کی حمایت کا اظہار کرنے کے لیے اوباما پر تنقید بھی کی، جب کہ اقوام متحدہ میں اسرائیل کے حوالے سے بہت سے امور میں ہونے والی تبدیلی کے خلاف بھی گفتگو اظہارِ خیال کیا تھا۔

اب تک اقوام متحدہ میں سب سے زیادہ مخالف قراردادیں اسرائیل کے حوالے سے پیش ہوئی ہیں۔ اسرائیلی مظالم، تشدد اور مسلمہ قوانین کی پامالی کے باعث اس کے خلاف 226 قراردادیں پیش کی گئی ہیں، جن میں سے چند ایک کے علاوہ امریکا نے سب ویٹو کر دی ہیں۔ اسرائیل کے خلاف سلامتی کونسل میں صرف وہی قراردادیں منظور کی گئی ہیں، جن کے حوالے سے امریکا نے اپنی غیر جانب داری کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کی ہے۔ مثلاً لنڈن بی جانسن کے دور اقتدار میں 7، نکسن کے دور اقتدار میں 15، فورڈ کے دور میں 2، کارٹر کے دور میں 14، ریگن کے دور 21، بش کے دور میں 9، کلنٹن کے دور میں 3 اور جونیئر بش کے دور میں 6 قراردادیں منظور کی گئی ہیں۔ یہ عام تاثر ہے کہ اوباما کے دور میں اسرائیل اور امریکا کے تعلقات ماضی کے ہر دور کی نسبت خراب رہے ہیں۔ آخر تک اوباما اور نیتن یاہو کے دوستانہ تعلقات قائم نہ ہو سکے۔ اوباما اور نیتن یاہو کی اس عدم دوستی کی بات شاید کسی حد تک درست ہو، مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اوباما وہ واحد صدر تھے، جنہوں نے سب سے زیادہ اسرائیل سے دوستی قائم رکھی۔ انہوں نے اپنے دونوں ادوار میں اسرائیل کے خلاف ایک بھی قرارداد اقوام متحدہ سے منظور نہیں ہونے دی۔ اوباما کی رخصتی سے چار روز قبل امریکا کی عدم موجودگی میں اسرائیل کے خلاف سلامتی کونسل کے 14 ارکان نے صفر کے مقابلے سے یہ قرارداد منظور کروا لی۔

اس قرارداد کے متن میں یہ بات بہت واضح لکھی گئی ہے کہ 1967 کی جنگ میں اسرائیل نے جتنی زمین قبضہ کی ہے اور مشرقی بیت المقدس میں یہودیوں کے لیے جتنے گھر تعمیر کیے گئے ہیں، یہ سب غیر قانونی ہیں۔ ان سب کو ختم کر دیا جائے۔ کیوں کہ دو آزاد ممالک کے درمیان مسائل کے حل میں یہ غیر قانونی آبادیاں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس قرارداد پر جلد عمل درآمد کی توقع نہیں کی جا سکتی، مگر آزاد فلسطینی حکومت کے قیام کی راہ میں موجود کچھ رکاوٹوں میں کمی آ جائے گی۔ 2011 میں بھی سلامتی کونسل میں ایسی قرارداد پیش کی گئی تھی، مگر وہ امریکا نے ویٹو کرتے ہوئے کہا تھا کہ 'مذکورہ مقامات پر نئی آبادکاری سے متعلق فلسطینی اور اسرائیلی حکام کے درمیان کوئی متفقہ حل نکالنے کی کوشش کریں۔'

دراصل یہ قرارداد مصر نے تیار کی تھی، مگر مصری فوجی سربراہ جنرل السیسی نے ڈونلڈ ٹرمپ اور نیتن یاہو کے دباؤ کے باعث اس قرار کو پیش نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ خوش قسمتی سے سلامتی کونسل کے غیر مستقل ارکان سینیگال، یوکرائن، ملائیشیا اور وینزویلا نے یہ قرارداد حاصل کر کے اجلاس میں پیش کی تو سلامتی کونسل کے چار مستقل ارکان برطانیہ، فرانس، روس اور چین سمیت 14 ارکان نے اس کی حمایت کر کے منظور کر لی۔ سلامتی کونسل کے جن 14 ممالک نے اس قرارداد کی حق میں ووٹ دیا تھا، اسرائیلی حکومت نے ان تمام ممالک کے سفیروں کو تل ابیب میں وزارت خارجہ میں طلب کر کے سب کو احتجاجی لیٹر پکڑا دیا تھا۔ اسرائیل نے مزید احتجاج کرتے ہوئے سینیگال اور یوکرائن کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک کے وزرائے خارجہ دورۂ اسرائیل منسوخ کر دیا۔

امریکی سفیر ڈین شپیرو کو بھی اسرائیلی وزیر اعظم کے آفس میں طلب کر کے احتجاج کیا گیا۔ اسرائیلی تاریخ میں پہلی بار امریکا سے اس طرح کا باقاعدہ احتجاج ہوا ہے۔ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے امریکا کے خلاف نامناسب لہجہ استعمال

کرتے ہوئے کہا کہ اس ڈرامے کے پیچھے اوباما اور اُن کے وزیر خارجہ جان کیری کا ہاتھ ہے۔ اسرائیلی حکومت نے اقوام متحدہ کے 5 شعبوں سے تعاون بھی ختم کر دیا۔ امریکا نے جو قرارداد 4 سال قبل ویٹو کر دی تھی، اب اس کے حوالے سے غیر جانب داری کا مظاہرہ کرنے پر اسرائیل ناراض ہو گیا ہے۔ امریکا کے حالیہ صدارتی انتخابات میں خلاف توقع ٹرمپ کی کامیابی کے بعد 28 نومبر 2016 کو نیویارک ٹائمز میں سابق امریکی صدر جمی کارٹر کی ایک تحریر شایع ہوئی، جس میں اوباما کو آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کرنے اور اسرائیلی مظالم کی راہ روکنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ جمی کارٹر نے بہت تاکید سے کہا تھا کہ جب 20 جنوری کو ٹرمپ اقتدار سنبھالیں گے تو اوباما اپنی رخصتی سے قبل یہ کام ضرور کریں۔ بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ اوباما نے جمی کارٹر کا یہ مشورہ اس لیے مان لیا کہ اسرائیل کی مسلسل اور غیر مشروط حمایت نے اوباما کو دنیا بھر میں بدنام کر دیا تھا، اوباما نے اسرائیل کو 38 بلین ڈالر دینے کے معاہدے پر دستخط کیے تھے۔ امریکی تاریخ میں کسی حکومت نے اسرائیل کو اتنی بڑی امداد نہیں دی ہے۔

اوباما نے اپنے 8 سالہ دور میں سلامتی کونسل میں اسرائیل کے خلاف پیش کی گئی قراردادوں میں سے کوئی ایک بھی منظور نہیں ہونے دی۔ وہ اسرائیل کی اندھی حمایت کی وجہ سے شدید بدنام بھی ہوئے۔ انہوں نے اسی لیے جاتے وقت بدنامی سے جان چھڑانے کے لیے ایک نمائشی اقدام ضروری سمجھا۔ اسرائیلی مظالم کی غیر مشروط حمایت اور خاموشی پر امریکا پوری دنیا میں بدنام اور مسلمانوں میں بہت زیادہ قابل نفرت ہو گیا ہے، جس کا اعتراف خود امریکا بھی کرتا ہے۔ امریکی حکام اپنے خلاف نفرت اور بدنامی میں کمی لانے کے لیے کبھی کبھی اسرائیلی مظالم کے خلاف بیان بازی بھی کرتے ہیں۔ چوں کہ انہوں نے اسرائیل مخالف قراردادیں ویٹو کی ہوتی ہیں، اس لیے کبھی کسی ایک قرارداد پر خاموشی اور غیر جانب داری بھی دکھا دیتے ہیں۔ امریکا کی اسی غیر جانب داری کے باعث وہ قرارداد منظور ہو جاتی ہے، مگر اس پر نتائج اس لیے مرتب نہیں ہوتے کہ یہی امریکا اس عمل درآمد میں مختلف طریقوں سے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ وہ کوئی بھی ایسا فیصلہ بڑھنے نہیں دیتا، جس سے اسرائیل کے نقصان کی بو آ رہی ہو۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ اسرائیل کی غیر مشروط حمایت اور دفاع امریکا کی نہ بدلنے والی پالیسی ہے۔ اس لیے اسرائیل نے کبھی اس طرح کی قراردادوں کی پروا کی ہے اور نہ اپنی پالیسی میں تبدیلی لانے کا سوچا ہے۔ اب بھی ایسا ہی کچھ ہوا ہے۔ اسرائیل نے بہت شدت سے اس قرارداد کے خلاف غصے کا اظہار کیا ہے۔ اس کی منظوری کے بعد مغربی کنارے میں نئے گھروں کی تعمیر کا کام روک دیا تھا، جب اسرائیل سے بہت زیادہ ہمدردی اور محبت رکھنے والے ٹرمپ نے حلف اٹھایا تو اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے پورے اطمینان سے اعلان کیا کہ غربی پٹی میں 566 نئے گھروں کی تعمیر کا کام جاری رکھا جائے گا۔ 'مغربی پٹی' فلسطین کا سب سے گنجان آباد علاقہ ہے۔ خشکی کا رقبہ 5640 اور سمندر کا رقبہ 220 مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ یہاں دو ملین سات لاکھ سے زیادہ فلسطینی اور 4 لاکھ غیر قانونی اسرائیلی رہتے ہیں۔ عرب اسرائیل جنگ کے بعد اقوام متحدہ کی 242 ویں قرارداد کے مطابق مغربی پٹی میں بنائے گئے گھر غیر قانونی قرار دیے گئے ہیں، بلکہ یہاں گھروں کی تعمیر کو فلسطینیوں کی زمینوں پر قبضے کے مترادف سمجھا گیا ہے۔

اسرائیل نے اسلامی ممالک کے باہمی اختلافات اور بحرانی حالات کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مغربی طرف میں فلسطینیوں کی زمین پر قبضے کا سلسلہ تیز کر دیا ہے۔ وہ ہر طرف اپنی سرحدوں کو توسیع دے رہا ہے۔ بحر اسود کے ساتھ لگنے والے تقریباً تمام علاقوں پر اسرائیل کا قبضہ ہے۔ صرف ایک غزہ ہے، اسرائیل نے جس پر قبضے کے لیے 2006 میں وحشیانہ یلغار کی تھی، لیکن حماس کی شدید مزاحمت کے باعث وہ ناکام رہا۔ اس نے آج تک غزہ کو محاصرے میں رکھا ہوا ہے۔ اس طویل ترین اور ظالمانہ محاصرے پر امریکا سمیت پوری مغربی دنیا نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ یہ ان کی جانب سے اسرائیل کی کھلی حمایت اور تائید کا واضح ثبوت ہے۔ اسرائیل کی اردن، لبنان، شام اور مصر کے ساتھ مشترکہ سرحدیں ہیں۔ اسرائیل جانتا ہے کہ اردن اور لبنان اسرائیلی سرحدوں کی توسیع میں رکاوٹ بننے کی ہمت نہیں رکھتے۔ شام حالیہ جنگ کے باعث بہت کمزور ہو چکا ہے۔ اس لیے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے امریکی صدر سے 2015 میں مطالبہ کیا تھا کہ گولان پر اسرائیل کا کنٹرول تسلیم کر کے مکمل قبضے کے لیے راہ ہموار کی جائے۔

امریکی راج کے دن گئے

عبید تنویر

سویت یونین نے اربوں ڈالر لگا کر افغانستان کی مٹی میں گندم کے بجائے بارود اُگانے اور یہاں کے آسمانوں سے آگ برسا کر یہاں کا سب کچھ خاشاک بنانے کی کوشش کی تھی۔ روس نے اس کام کے لیے اپنے وقت میں سے تقریباً ایک دہائی خرچ کر ڈالی تھی، لیکن رب کریم کے خصوصی نصرت اور افغان قوم کی بے پناہ قربانیوں کی بدولت جلد ہی وہ سرخ ریچھ لنگڑا ہو کر افغانیوں سے تاریخی شکست کا تحفہ لیے واپس لوٹا تھا۔ روسی فوج کو افغانستان سے نکالنے کی ذمہ داری جنرل 'گروموف' کی تھی۔ جب وہ دریائے آمو کے اُس پار پہنچے تو کہنے لگے:

'ہم نہایت ہی خطرناک جنگ میں پھنس چکے تھے۔ جب کہ اپنا بقیہ ساز و سامان حاصل کرنا کسی معجزے سے کم نہیں۔'

افغانستان میں روس کی شکست دنیا کے لیے انوکھی گیم تھی۔ جس طرح سے روسی فوج کو عظیم طاقت سمجھا جاتا تھا، اس کے لیے شکست کا نام ہی نامانوس تھا۔ حتی کہ تب امریکا تک روس سے ڈرتا تھا۔ یہ افغان مجاہدین تھے، جنہوں نے اپنی دینی اور ملی اقدار کے تحفظ اور آزادی کی خاطر ایک ملین قربانیاں تو دے دیں، لیکن سرخ استعمار کی غلامی کے لیے ہرگز راضی نہ ہوئے۔ سویت یونین کی شکست سے دسیوں قید ممالک نے بغاوت کر کے علیحدگی اختیار کر لی۔ جب امریکا نے افغان جہاد کے ذریعے سویت یونین کو ٹوٹتے دیکھا تو مطمئن ہو گیا کہ روس سے اب مزید کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تبھی وہ دیکھ رہا تھا اگر مجاہدین اسی فاتحانہ برتری کے ساتھ موجود رہے تو وہ افغانستان میں اسلامی نظام نافذ کر دیں گے۔ جب کہ اسلامی نظام کا نفاذ امریکا کے لیے سویت یونین سے بھی زیادہ خطرناک اور ڈراؤنا ہے۔ امریکا نے اسی خوف کے زیر اثر علاقائی ممالک کی غلام دماغ انتظامیہ کے ساتھ مل کر کوششیں کیں کہ کابل میں اسلامی نظام کا راستہ روکا جاسکے۔

امریکا روس کے جانے کے بعد مجاہدین کی طرف سے کسی حد تک سامنے آنے والے مضبوط اتحاد کو ختم کرنے کے لیے موجود باہمی اختلافات کو ہوا دینے لگا، جس کے نتیجے میں افغانستان کے چپے چپے میں طوائف الملوکی پیدا ہو گئی۔ مملکت کے قومی منصوبے اور نہایت اہم معدنی ذخائر لوٹ لیے گئے۔ لسانی، علاقائی اور مسلکی اختلافات عروج پر پہنچا دے۔ جس سے افغانستان مذہبی تقسیم در تقسیم کی سازشیں پنپنے لگیں۔ عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے میدان میں آنے سے افغانستان کی دوبارہ تعمیر و ترقی کی راہ ہموار ہوئی۔ مجاہدین کی شبانہ روز کوششوں کی بدولت ملک میں امن و امان کا قیام ممکن ہوا۔ شر و فساد کی بیخ کنی کی گئی۔ امریکا نے ایک بار پھر روایتی شرارتیں شروع کر دیں۔ وہ بے جا بہانوں، منفی پروپیگنڈوں اور ناجائز اقتصادی و سیاسی پابندیوں کے ذریعے اسلامی امارت کو غیر مستحکم کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ جب امریکا اور دیگر اسلام دشمن قوتوں کو اپنی ان سازشوں میں بھی منہ کی کھانا پڑی تو پھر 11 ستمبر کے حملوں کے ذریعے امارت اسلامیہ کو ہدف بنا لیا۔

امریکا نے افغانستان کے نظام پر حملہ کر کے اپنی جمہوریت کے چھوٹے ظرف کا پتا بتایا تھا۔ جب کہ اُس کی کوشش تھی کہ پوری دنیا سے اسلام کو ختم کر دیا جائے۔ اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے امریکا کے ڈیڑھ ٹریلین ڈالر کا سولہ برس بعد یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اوباما نے وائٹ ہاؤس سے جاتے ہوئے یہ اعتراف کر لیا کہ ہم اپنی تمام تر کوشش کے باوجود ناکام ہو گئے ہیں۔ امریکی صدر کے اعتراف کے مطابق وہ بھی برطانیہ اور سویت یونین کی طرح شکست و ریخت سے دوچار ہے۔ دنیا پر اُس کے رعب و دبدبہ کا 'ٹریڈ سینٹر' بھی زمین بوس ہو گیا ہے۔ اب امریکا اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ دنیا پر رعب و دبدبہ بٹھا کر اس پر اپنا نظام مسلط کر سکے۔

بت شکن

افغانستان میں اسرائیلی طیاروں کی پروازیں

ج ب 1914 میں پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی تو برطانیہ، فرانس اور اٹلی جیسی بڑی یورپی حکومتوں نے خفیہ طور پر عثمانی خلافت کی تقسیم کا منصوبہ تشکیل دیا۔ عثمانی خلافت کی شکست کے بعد 1914 میں فرانس اور برطانیہ نے باہم مشورہ کیا کہ مشرق وسطی کو تقسیم کیا جائے۔ تاریخ اس بدنام زمانہ معاہدے کو 'سائس پیکٹ' کے نام سے یاد کرتی ہے۔ جس کی بنیاد پر فلسطین میں برطانوی تعاون سے اسرائیلی ریاست بنا کر مسلمانوں کے حقوق پر اعلانیہ ڈاکا ڈالا گیا۔ 1948 میں برطانوی حکام خود پیچھے ہٹ گئے اور اقوام متحدہ کے ذریعے فلسطین کی اسلامی سرزمین کو عرب مسلمانوں اور یہودیوں میں تقسیم کر کے بیت المقدس کو تنازع کی حالت میں اقوام متحدہ کی نگرانی میں چھوڑ دیا۔ 29 نومبر 1947ء میں اقوام متحدہ نے 56 فیصد فلسطینی زمین یہودیوں کے حوالے کر دی۔ جس کے خلاف عرب ممالک نے اسی وقت اقوام متحدہ میں یہ فیصلہ چیلنج کر دیا۔ عرب عالمی عدالتِ انصاف میں بھی گئے۔ 1947ء ہی میں یہودیوں نے پورے فلسطین میں اپنی آزاد حکومت کا اعلان کر دیا۔ بعد ازاں یہودیوں اور عرب مسلمانوں کی جنگ ہوئی۔ چوں کہ یہود کو روس اور یورپ کی حمایت حاصل تھی، اس لیے آج بھی اسرائیلی فلسطین پر مسلط ہیں۔ فلسطینی مسلمانوں کی جنگِ آزاد آج بھی جاری ہے۔

بد قسمتی سے فلسطین پر برطانوی تسلط سے چند لمحے قبل 1948 میں اسرائیلی حکومت کا اعلان کیا گیا۔ 1948 میں فلسطین کے اکثر حصے پر اسرائیلی قبضے کے بعد بحیرہ روم کے مشرق میں یہودی حکومت تشکیل دی گئی، جس کا رقبہ 21 ہزار مربع کلو میٹر اور آبادی 39 لاکھ 90 ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ اس کا دارالحکومت تل ابیب قرار دیا گیا۔ اقوام متحدہ کی تقسیم کے نقشے کے خلاف سینیٹری پین کے قانون کے مطابق اسرائیل کا پایہ تخت بیت المقدس ہونا چاہیے تھا۔ اب تک کسی نے بھی بیت المقدس میں کوئی سیاسی نمائندگی یا سفارت خانہ نہیں کھولا۔ کچھ کم سات عشرے ہو رہے ہیں کہ فلسطینی مسلمانوں کی اسرائیلی ظلم کے خلاف جنگ جاری ہے۔ ہر دن فلسطینی مسلمان شہید اور گرفتار کیے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں نے اسرائیل کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ کوئی بھی اسلامی ملک اسے با قاعدہ تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی اس سے سفارتی یا اقتصادی تعلقات بنانا چاہتا ہے۔ گنتی کے چند ممالک ایسے ہوں گے، جنہوں نے امریکا کے خوف سے اسرائیل سے خفیہ تعلقات رکھے ہوئے ہیں، ورنہ عام طور سے مسلمانوں نے فلسطینیوں پر کیے جانے والے مظالم کے خلاف احتجاجاً یہودیوں کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔

بد قسمتی سے افغانستان ان ممالک میں سے ہے، جہاں مغربی جارحیت کے بعد اب تک اسرائیل کے بغیر پائلٹ طیارے مجاہدین کے خلاف پروازیں

کرتے اور مسلمانوں کے گھر اور مکانات مسمار کر کے اپنا یہودی بغض ٹھنڈا کرتے ہیں۔ یہودیوں کے طیارے بہت سالوں سے کابل میں موجود تھے، کابل انتظامیہ عام افغان شہریوں کو اس کے بارے میں بتا نہیں رہی تھی۔ آخر تک یہی کوشش تھی کہ اسے عام افغانوں سے چھپائے رکھے۔ مغربی جارحیت پسند اسرائیلی طیاروں کے حساس معاملے کو جانتے تھے، وہ بھی یہ نہیں بتاتے تھے کہ ان کے ساتھ یہودی کمپنیوں کے بنے ہوئے طیارے موجود ہیں، جنہیں افغان عوام اور مجاہدین کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ بالآخر یہ بات اسرائیلی وزارت دفاع کے ایک عسکری میگزین نے ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ 2018 تک جرمن فوجیوں کے ساتھ یہ طیارے بھی مجاہدین سے لڑیں گے۔ ذرائع ابلاغ نے اسرائیل کے دفاعی امور کے ماہر میگزین کے تازہ شمارے کے حوالے سے اسرائیلی طیاروں کی موجودگی سے پردہ اٹھایا ہے، جو افغان جنگ میں مصروف ہیں۔ میگزین نے کہا ہے کہ اسرائیل کا بغیر پائلٹ طیارہ 'ہیرون 1' افغانستان میں جرمن فوجیوں کی جانب سے 2018 تک آپریشن میں حصہ لے گا۔ میگزین کے مطابق جرمنی نے 2010 سے ایک اسرائیلی کمپنی سے معاہدہ کر رکھا ہے کہ وہ افغانستان میں جرمن فوجیوں کے لیے ڈرون طیارے بنا کر دے گی۔

ذرائع نے لکھا ہے کہ اب تک اسرائیل کے بغیر پائلٹ طیارے افغانستان میں 30 ہزار سے زیادہ پروازیں کر چکے ہیں۔ البتہ یہ نہیں بتایا گیا کہ کتنے طیاروں نے بمباری میں اور کتنے طیاروں نے انٹیلی جنس آپریشنز میں حصہ لیا ہے۔ اسرائیلی طیارے جرمنی کو اس لیے بھی پسند ہیں کہ یہ انٹیلی جنس آپریشن میں بھی حصہ لیتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر بمباری بھی کر سکتے ہیں۔ ذرائع کے مطابق دوسرے معاہدے میں جرمنی نے اسرائیلی کمپنی کو 35 ملین ڈالر پہلی قسط کے طور پر دیے ہیں، مزید رقم آہستہ آہستہ ادا کی جائے گی۔ البتہ معاہدے کی تمام تفصیلات اور طیاروں کی مکمل قیمت واضح نہیں کی ہے۔ جو بھی اسرائیل سے یہ طیارے خریدتا ہے، اسرائیل تیکنیکی ماہرین کی سہولت بھی ساتھ دیتا ہے۔ اس بار جرمنی نے کہا ہے کہ تیکنیکی ذمہ داری ہمارے ہی پاس رہے گی۔

ایسا ملک، جہاں کی آبادی میں 99 فیصد مسلمانوں ہوں اور اسرائیل کے سخت دشمن ہوں، ایک ایسی حکومت کی جانب سے جو خود کو عوام کی نمائندہ حکومت کہنے کے ساتھ ساتھ بزعم خویش اسلامی جمہوریت بھی ہو، اس اسلامی جمہوریت میں کتنے عرصے سے اسلام دشمنوں کے طیاروں اور جنگی وسائل کی موجودگی کا کیا مطلب ہے؟

یہودیوں نے ان طیاروں کی تیس ہزار پروازوں میں کتنے مجاہدین کو شہید کیا اور کتنے گھروں کو تباہ کیا؟ کوئی اس سوال کا جواب دے سکتا ہے؟! ہر گزرتے دن کے ساتھ کابل کی منحوس انتظامیہ کے جرائم اور اسلامی شعائر کے خلاف ناپاک حرکتیں اُسے عوام کے سامنے مزید بے نقاب کرتی جا رہی ہیں۔ ممکن ہے عوام اب ہوش کے ناخن لیں اور اُن سے بچنے کی کوشش کریں۔

امریکی فوجی تعداد میں اضافہ

احمد مختار

ایک بار پھر امریکی فوج نے صوبہ فراہ اور تخار میں عام شہریوں پر بمباری کی ہے، جس کے نتیجے میں عام زیادہ تر خواتین اور بچے شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سانحہ ایسے وقت میں رونما ہوا ہے کہ سکیورٹی امور کے انچارج سینیٹر جان مکین نے نومنتخب امریکی صدر ٹرمپ سے مطالبہ کیا ہے کہ افغانستان میں امریکی فوج کی تعداد میں اضافہ کیا جائے، تاکہ افغانستان افراتفری سے دوچار رہے۔ اپنی بقا کے لیے غیرملکیوں کی محتاج کابل انتظامیہ نے اس مطالبے کا خیر مقدم کیا ہے۔ اس نے افغانستان میں امریکی جارحیت پسندوں کی موجودگی کو ملکی سلامتی اور استحکام کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ کابل انتظامیہ کی جانب سے ایک ایسے وقت میں امریکی موجودگی کو سلامتی واستحکام کے لیے ضروری قرار دیا جارہا ہے، جب کہ امریکا آئے روز عام شہریوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ صرف ایک دن میں امریکی فضائیہ اور کٹھ پتلی فورسز نے مختلف علاقوں میں بمباری سے درجنوں افراد شہید کر دیے ہیں، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ یہاں پر اُن دل خراش واقعات کی کچھ تفصیل درج کی جارہی ہے، جو 24 گھنٹوں کے دوران مختلف علاقوں میں امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے حواریوں کے حملوں کے نتیجے میں رونما ہوئے۔

1۔ صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب کے علاقے الگی بازار کے قریب 'مل خیل' میں غیرملکی حملہ آوروں نے بمباری کر کے 2 خواتین سمیت 11 افراد کو شہید اور 2 بچوں کو زخمی کر دیا۔

2۔ صوبہ تخار کے ضلع درقدر کے علاقے 'قم گذر' میں قابض افواج کے ڈرون حملے میں دو بچوں سمیت 5 افراد شہید اور 7 زخمی ہو گئے۔ اس حملے میں مقامی آبادی کو بھی نقصان پہنچا ہے۔

3۔ صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود کے علاقے ژڑا اخوندزادہ، تپہ سعادت، تودنک، سپانزی اور شہر کے قریب بڑے گاؤں پر دشمن کے فضائی حملوں اور گولہ باری کے نتیجے میں 15 افراد شہید اور 23 زخمی ہو گئے۔

4۔ صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک کے علاقے عربان میں 'جنج غتو پہاڑی' کے مقام پر تین شکاریوں کو نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔

24 گھنٹوں کے دوران ہونے والے ان چار واقعات میں امریکی فضائی حملوں میں کم از کم 66 افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ کٹھ پتلی حکومت میں شامل بے ضمیر لوگ اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہے ہیں۔ کبھی کبھار ان دل خراش واقعات پر مگرمچھ کے آنسو بھی بہاتے ہیں، اس کے باوجود اپنے مفادات اور اقتدار کی ہوس کی خاطر افغانستان کی سلامتی اور استحکام کا بہانہ بنا کر غیرملکی حملہ آوروں کی موجودگی پر زور دے رہے ہیں۔ ان غدار حکمرانوں کو اپنے عوام اور ملک کی اہمیت معلوم نہیں ہے۔ انہیں سب سے پہلے اپنے غیرملکی آقاؤں کے مفادات عزیز ہیں، جنہوں نے انہیں باضابطہ لوٹ مار کا راستہ دکھا کر عوام پر مسلط کیا ہے۔ اگر غیرملکی قابض افواج کی موجودگی افغانستان کی سلامتی کے لیے ضروری ہے تو کم از کم وہ ایک دن کابل میں حفاظتی دیواروں اور بکتربند گاڑیوں کے بغیر رہنے کی مثال پیش کریں؟ اگر صرف وفاقی دارالحکومت کابل کی صورت حال کا جائزہ لیا جائے، جہاں ملکی سطح پر غیرملکی قوتوں کی فوج اور انٹیلی جنس کی موجودگی بہت زیادہ ہے تو آپ کو معلوم ہوگا سب سے زیادہ عدم استحکام اور بدامنی بھی یہیں کابل میں ہے۔ یہاں ہر روز نامعلوم اور مسلح افراد کی جانب سے شہریوں کو ہراساں کیا جاتا ہے۔ بچے اغوا کیے جاتے ہیں۔ مال لوٹا جارہا ہے۔ عوام کی جائیدادیں ضبط کی جاتی ہیں۔

اس حقیقت کا اعتراف خود حکام، قانون ساز ادارے اور مختلف تنظیموں کے رہنما کرتے ہیں۔ ہم کابل انتظامیہ کو چیلنج دیتے ہیں کہ اگر آپ واقعی غیرملکیوں کی موجودگی میں صرف کابل ہی میں محفوظ رہ سکتے ہیں تو ایک گھنٹے کے لیے اپنے مراکز اور حفاظتی دیواروں سے باہر نکل کر دکھائیں، پھر دیکھنا آپ کا کیسا انجام ہوتا ہے؟! کٹھ پتلی کب تک غیرملکیوں کی آغوش میں بیٹھ کر عوام پر مسلط رہیں گے؟ جب کہ حال یہ ہے کہ کوئی عام سکیورٹی اور پولیس اہل کار اپنے صدر کے احکامات ماننے کو تیار نہیں ہے۔ کابل تک میں بدامنی کا دور دورہ ہے۔ اغوا کی واردات میں خود حکومت میں شامل لوگ ملوث ہیں۔ غیرملکی افواج بجائے خود اپنے تحفظ کے لیے پریشان ہیں۔ وہ اپنے محفوظ مراکز سے باہر نکلنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو ملک کی سلامتی اور استحکام کے لیے کیا کردار ادا کر سکتی ہیں؟

ایران کا جوہری تجربہ

شہید زوی

چند روز قبل ایران نے نئے جوہری میزائل کا کامیاب تجربہ کیا، جس پر دنیا بھر میں نئی بحث چھڑ گئی اور اس پر امریکا کے رد عمل کے بارے میں مختلف تبصرے کیے جا رہے ہیں۔ اس تجربے کے بعد دنیا میں ایران کے بارے میں بحث و مباحثے کی بنیادی وجہ ایران کا متنازعہ جوہری پروگرام ہے۔ ایران کے اس متنازعہ جوہری پروگرام کا آغاز 1957 میں امریکا کی حمایت سے پُرامن اہداف کے لیے ہوا تھا۔ اس کے دس سال بعد ایران کے دارالحکومت تہران میں جوہری توانائی کا مرکز قائم کیا گیا۔ ایک سال بعد پُرامن مقاصد کے لیے ایٹمی پروگرام کو توسیع دینے اور ایٹمی ہتھیاروں کے نگران بین الاقوامی ادارے NPT کے ساتھ معاہدہ ہوا۔ اس سے قبل ایٹمی توانائی کے عالمی ادارے I.A.E.A کے ساتھ بھی ایک معاہدہ کیا گیا تھا۔ امریکا، فرانس، جرمنی، روس اور سوئزرلینڈ نے تب ایرانی جوہری پروگرام کی حمایت کی تھی، بلکہ ان سمیت دیگر ممالک نے کئی ملین ڈالر کی سرمایہ کاری بھی کی تھی۔ جس کے باعث ایران کا ایٹمی پروگرام بہت تیزی سے پھیلتا گیا۔ سی آئی اے نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا تھا کہ 1980 تک رضا شاہ پہلوی کا ادارہ قائم رہا تو ایران کا ایٹمی پروگرام بھارتی ایٹمی پروگرام سے بھی آگے نکل جائے گا۔

ایران میں 1979 میں خمینی بغاوت سے رضا شاہ پہلوی کی حکومت ختم ہوئی تو بین الاقوامی کمپنیوں نے ایران کے ایٹمی ری ایکٹروں میں اپنا کام بند کر دیا، جس سے ایران کا ایٹمی پروگرام رُک گیا۔ ایک دہائی بعد 1990 میں روسی جوہری ادارے نے ایران کے ایٹمی پروگرام میں مدد فراہم کرنے پر دل چسپی ظاہر کی، جس کے بعد دونوں ممالک نے ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ ایران نے روسی سائنس دانوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ Roscosmos نامی روسی ایٹمی ادارے سمیت 5 روسی کمپنیوں نے ایران کو ایٹمی ٹیکنالوجی اور میزائل بنانے میں مدد فراہم کی۔ اس وقت چین، فرانس اور ارجنٹائن نے بھی ایران کے ایٹمی توانائی پروگرام میں اس کی مدد کی۔ 1992 میں پہلی بار ایران نے جوہری پروگراموں کی نگرانی کرنے والے بین الاقوامی ادارے I.A.E.A کو اجازت دی کہ وہ ایران کے ایٹمی پروگرام کا معائنہ کرے۔ اس ادارے نے ایران کے ایٹمی پروگرام پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ پروگرام صرف پُرامن مقاصد کے لیے ہے۔ 2003 میں اس ادارے نے اچانک ایران کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کیا کہ ایران اپنا تمام ایٹمی پروگرام ظاہر نہیں کر رہا ہے۔ ایران پُرامن مقاصد کے نام پر خطرناک جوہری ہتھیار تیار کرنا چاہتا ہے۔ اس ادارے کی تشویش کے بعد اقوام متحدہ نے ایران کو حکم دیا کہ وہ اپنا جوہری پروگرام بند کر دے، لیکن ایران نے ہمیشہ اس بات پر اصرار کیا کہ اس کا ایٹمی پروگرام پُرامن مقاصد کے لیے ہے۔ اقوام متحدہ کی جانب سے اس کو بند کرنے کا مطالبہ انصاف پر مبنی نہیں ہے۔ جب ایران نے اپنا ایٹمی پروگرام بند نہ کیا تو اقوام متحدہ اور دیگر مغربی ممالک نے ایران پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دیں۔ ایران کے خلاف اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اب تک 8 قراردادیں بھی منظور کی جاچکی ہیں۔

2003 سے 2015 تک کے درمیان بارہ سال کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس طویل مدت میں ایران کو جوہری پروگرام کے حوالے سے شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس دوران ایک جانب ایران کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی گئی۔ اس پر اقتصادی پابندیاں لگائی گئیں۔ اس کے خلاف قراردادیں منظور کی گئیں۔ دوسری جانب ایران مسلسل یہ کوشش کر رہا تھا کہ جوہری پروگرام کی نگرانی کرنے والے بین الاقوامی ادارے آئی اے ای اے اور دیگر ممالک کو یہ اطمینان دلائے کہ اس کا جوہری پروگرام پُرامن مقاصد کے لیے ہے۔ وہ خطرناک ایٹمی ہتھیار بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس کے باوجود کہ ایران امریکا سمیت دنیا کی تمام بڑی طاقتوں کو بہت تاکید کے ساتھ یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا جوہری پروگرام پُرامن مقاصد کے لیے ہے، لیکن اُس نے خفیہ طور پر میزائل بنانے کا کام بہت تیزی سے جاری رکھا ہوا تھا۔ 2015 میں امریکا اور ایران کے درمیان ایران کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے مفاہمت ہوئی، جو ایران کے بارے میں امریکا کی پالیسی اور موقف میں حیرت انگیز تبدیلی قرار دی

جاتی ہے۔ اس مفاہمت میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ ایران ایٹمی مواد لے جانے کی صلاحیت والے میزائل بنائے گا اور نہ ہی ان کا تجربہ کرے گا۔ بہت سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ایران امریکا کے ساتھ معاہدے کی پاسداری کرتے ہوئے خلاف ورزی نہیں کرے گا، لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس معاہدے کے بعد ایران نے میزائلوں کے تجربات کا سلسلہ شروع کر دیا، جن میں 17 سو سے 2 ہزار کلو میٹر تک مار کرنے والے بیلسٹک میزائل شامل ہیں۔ یہ میزائل جوہری ہتھیاروں کو لے جانے کی صلاحیت بھی ہے۔

یہ بھی مشہور ہے کہ ایران نے میزائل شہاب 5 کی تیاری پر بھی کام شروع کر دیا ہے، جو 35 سو کلو میٹر تک کے ہدف کو نشانہ بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایران چاہے تو روس، چین، مصر، یورپی اور افریقی ممالک کو اپنے جوہری ہتھیاروں کے ذریعے نشانہ بنا سکتا ہے۔ دل چسپ امر یہ ہے کہ ایران کا اب بھی یہ کہنا ہے کہ بیلسٹک میزائلوں میں جوہری مواد لے جانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ انہوں نے جوہری معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی ہے، بلکہ وہ صرف اپنے دفاع کے لیے جدید ٹیکنالوجی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایران کے اس مضحکہ خیز بہانے پر ایک امریکی سائنسدان نے ردعمل دیتے ہوئے کہا کہ 'ایران کے میزائل ایٹمی ہتھیار لے جانے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو کیا وہ بندر لے جاتے ہیں؟! ایران کے بارے میں بین الاقوامی سائنسدانوں کے اظہار خیال اور ایران کے حالیہ میزائل تجربات کا جائزہ لیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایران کا جوہری پروگرام آخری مراحل میں ہے۔ جب ک ممکن ہے یہ سلسلہ بہت جلد پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ ایران نے اب ایٹمی مواد لے جانے والے بڑے اور چھوٹے Scud میزائل کے علاوہ دور تک مار نے کرنے والے ایٹمی ہتھیاروں سے لیس بلیسٹک میزائل کی تیاری تک بھی رسائی حاصل کی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایران کے مقابلے میں مغرب اور خاص طور سے امریکا کا ردِ عمل کیا ہو گا؟ نو منتخب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایران کو شدید دھمکی دیتے ہوئے کہا ہے کہ ایران فوجی کارروائی کے لیے تیار رہے۔ تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ امریکا کی اس وارننگ کے باوجود ایران کے خلاف امریکی فوجی کارروائی کا امکان بظاہر بہت کم ہے، تاہم امریکا اور دیگر مغربی ممالک کے ساتھ ایران کے تعلقات بہت کشیدہ ہو سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایران پر سخت اقتصادی پابندیاں عائد ہونے کا امکان ہے۔ مشرق وسطی کے امور کے تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ ایران کے خلاف فوجی کارروائی کا خوف موجود ہے اور نہ ہی امریکا و دیگر مغربی ممالک کے ساتھ ایران کے تعلقات اتنے کشیدہ ہو سکتے ہیں، جن سے ایران کو نقصان ہو گا۔ دراصل معاملہ یہ ہے کہ ایران جتنی بھی بڑی ایٹمی قوت بن جائے، فوجی ساز و سامان اور جدید ٹیکنالوجی کا حامل ہو جائے، لیکن وہ مغربی دنیا کے لیے ہرگز خطرناک ثابت نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران کی ٹیکنالوجی اور وسائل امریکی ٹیکنالوجی کا دسواں حصہ بھی نہیں بن سکتے۔ جب کہ ایران امریکا کے دیگر مغربی اتحادیوں کے ایٹمی پروگرام سے بھی بہت پیچھے ہے۔ جہاں تک اسرائیل کی بات ہے تو وہ ایک ایٹمی طاقت ہے اور اسے امریکا کی مکمل امداد حاصل ہے۔ اس لیے ایران کا ایٹمی پروگرام امریکا اور اس کے اتحادیوں کے لیے باعثِ خوف اور اندیشہ نہیں ہے۔

البتہ ایران کا ایٹمی پروگرام تمام عرب دنیا کے لیے خطرے کی علامت ہے۔ جب کہ امریکا بھی یہی چاہتا ہے۔ ایران کے اپنے مذموم مفادات کا تحفظ بھی اسی میں ہے۔ امریکا ایران کے بارے میں بڑی حد تک مبالغہ کرتا ہے۔ ایران عسکری میدان میں جتنی قوت سے مالامال ہے، امریکا اس سے کئی گنا زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کر رہا ہے۔ اس کے دو اہداف ہیں۔ ایک یہ کہ تمام عرب دنیا کو ایران سے خوف زدہ رکھے، تاکہ عرب ممالک امریکا کو اپنا نجات دہندہ سمجھیں۔ ہر ملک امریکا کی مرضی کے مطابق اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسی تشکیل دے۔ ان کے وسائل پر ہمیشہ امریکا کا قبضہ برقرار رہے۔ ایران کے حوالے سے مبالغہ آمیزی کا دوسرا اہم مقصد خطے میں ہتھیاروں کی دوڑ شروع کرانا ہے، تاکہ عرب ممالک امریکا سے وسیع پیمانے پر ہتھیار خریدتے رہیں، جس کی وجہ سے امریکا ہر سال اربوں ڈالر کی آمدن حاصل کر رہا ہے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ شام، عراق اور یمن کی جنگوں میں ایران کو شامل کرنے کا ایک اہم ہدف یہ بھی ہے۔

ایران تیل کے بڑے ذخائر اور زراعت کے لیے وسیع زمین کا حامل ہے۔ اس کی صنعت اور تجارت بھی کامیابی سے ہمکنار ہے۔ ایران خلیج اور مشرق وسطی کے ممالک میں کسی کو فوجی قوت کے لحاظ اپنا حریف نہیں سمجھتا۔ اس لیے وہ خطے کی خوش حالی اور پریشانی کی پرواہ نہیں کرتا۔ باہمی احترام کا خیال رکھتا ہے اور نہ ہی پڑوسی ملک کے ساتھ اچھے روابط قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے، یہی ایران کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اگر ایران نے اپنی یہ کمزوری دور کر کے علاقائی ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی تو یہ فریقین کے لیے مفید ہو گا۔ ورنہ ایران اور خطے کے دیگر ممالک غیر معمولی نقصانات اٹھاتے رہیں گے۔ جس کا سراسر فائدہ امریکا اور دیگر طاغوتی قوتوں کو ہو گا۔

بے چارے!

عابد

یہ بات قابلِ فہم ہی نہیں تھی کہ اشرف غنی قبیل کے لوگ امریکی آمد پر کس طرح خوشی منا رہے تھے؟! اپنی آنکھیں، زبان، ضمیر اور علاقائی اہمیت سے آنکھیں چُرا کر اپنی تمام امیدیں امریکا کے ساتھ باندھ لی تھیں۔ گویا ان کی تمام آرزوئیں اسی در سے شرمندۂ تعبیر ہوں گی۔ کابل انتظامیہ کو خوش فہمی تھی کہ امریکا افغانستان کو خوش حال کر دے گا۔ اب یہاں جمہوریت سے سائے تلے آرام وچین کی بانسری بجا کرے گی۔ اپنی اس غلط سوچ کے لیے انہوں نے امارت اسلامیہ کے ساتھ علاقائی، دینی اور قرابت داری سمیت کسی رشتے کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ اتنا کچھ کرنے کے باوجود بھی میر جعفر اور میر صادق کی طرح بے نام و مراد ہی رہے ہیں۔ ہر طرف سے مایوس ہیں۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے کابل انتظامیہ کو بارہا کہا گیا تھا کہ پردیس سے آئے ہوئے یہ اجنبی ہرگز ہمارے غم خوار اور خیر خواہ نہیں ہوسکتے۔ ان کی خاطر اپنے ہم وطنوں کو ناراض نہ کیا جائے۔ امارت کے اِن تمام برادرانہ مشوروں کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا تک گوارا نہیں کیا تھا۔

'بے چارے' آج اپنے خوابوں کے شرمندۂ تعبیر ہونے کے بے نتیجہ انتظار میں پریشان بیٹھے ہیں۔ اب وہ اپنی خیانتوں اور جرائم کو یاد کر رہے ہیں۔ اُن کے جواز کے لیے طرح طرح کی تاویلیں تراش کر اندھیری رات میں اُجالا کرنے کی فکر میں ہیں۔ یہ لوگ جس امریکا کو اپنی سب سے عزیز متاع سمجھتے تھے، وہی آج اپنی خواری کے ساتھ ساتھ کابل انتظامیہ کو بھی خوار کرنے کی دُھن میں ہے۔ کابل انتظامیہ جس ادبابا پر اپنی جان نثار کر دینا اپنے لیے اعزاز سمجھتی تھی، وہ ایسی نظروں سے دیکھ رہے ہیں، جسے اشرف غنی اُن کے غلام میں ہیں، بلکہ یہ تو سچ ہی ہے کہ اشرف غنی غلام ہیں۔

بے چاروں کی حالت قابل رحم ہے۔ یہ دن تو آنا ہی تھا۔ اپنوں سے غداری کرنے والوں کے بارے میں تو قرآن کہتا ہے کہ 'وہ آپ سے کبھی بھی راضی نہ ہوں گے، جب تک تم ان کے دین کی پیروی اختیار نہ کرلو۔'

مبینہ طور پر امریکی حملے کے وقت کے مسائل ایسے نہیں تھے کہ افغانستان پر اقتصادی پابندیاں لگا دی جائیں۔ معدنیات کو کارآمد بنانے، زرعی شعبے کو سنوارنے اور مواصلاتی نظام کو بہتر بنانے کا وہی موقع تھا۔ کلاشنکوف اور ٹینک کے ذریعے افغان معاشرے پر تھوپی جانے والی ترقی نہایت مشکل اور جانی نقصانات سے لبریز ہے۔ جب کہ معاملہ اتنا سادہ نہیں ہے۔ یہ جنگ دولت کی وجہ کے علاوہ یقینی طور پر مذہب کی بنیاد پر لڑی جا رہی ہے۔ تب اس نابنجار کابل انتظامیہ کو امارت کی باتوں میں کچھ حقیقت نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ آج جب امریکی شکست کے بعد آنکھوں پر پڑا ہوا پردہ سرکنے لگا ہے تو پریشان رہنے لگی ہے۔ اب یہ پریشانی کابل انتظامیہ کا مقدر بن چکی ہے۔

بے چارگی کی انتہا ہے۔

سیگار نے امریکی شکست کا اعتراف کیا

شکور شفق

افغانستان کی تعمیر نو کی نگرانی کے لیے قائم امریکی ادارے کے سربراہ 'جان سوپکو' نے 260 صفحات پر مبنی رپورٹ میں نئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو لکھا ہے کہ کابل انتظامیہ ملک کے 60 فیصد حصے پر حاکم ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کابل انتظامیہ کی پولیس اور فوج گزشتہ سال بہت سی چیک پوسٹوں سے پسپا ہوئی اور ہزاروں بیرونی انسٹرکٹرز کی تربیت اور مشاورت کے باوجود بھی مجاہدین کے ساتھ جنگ میں مشکلات کا ہے۔ افغانستان کے لیے امریکا کے خاص نگران نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ نومبر کے بعد سے اب تک پورے ملک کے 57 فیصد پر کابل انتظامیہ کا کنٹرول ہے۔ جان سوپکو نے اپنی پہلی رپورٹ میں بھی ایسا ہی بتایا تھا کہ کابل انتظامیہ کے سکیورٹی اہل کاروں کی تعداد دن بدن کم ہو رہی ہے۔ جب کہ ملک میں منشیات کی پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح 'دوئچے ویلے' نامی جرمن ویب سائٹ کے حوالے سے کابل انتظامیہ کی وزارت دفاع کے ترجمان جنرل وزیری نے کہا تھا کہ مجاہدین نے گزشتہ 10 ماہ میں کابل افواج کے خلاف 19 ہزار حملے کیے تھے۔

ویب سائٹ کی خبر کے مطابق 'وزیری' نے کہا تھا کہ گزشتہ سال کی نسبت اس سال مجاہدن کے حملوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان کے مطابق مجاہدین کے 19 ہزار حملوں کے جواب میں افغان فوجی صرف 700 حملے کر سکی ہے۔ یہ تعداد مجاہدین کے ہزاروں حملوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ دوسری طرف جہادی ذرائع نے بھی تحقیق کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ افغانستان کے 41 اضلاع مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔ بہت سے اضلاع کے مراکز اور عسکری بیرکیں بھی مجاہدین کے حملے کے فوری خطرے کا شکار ہیں۔ کابل انتظامیہ اور ان کے عسکری آقا مسلسل حملوں کے باوجود اس میں کامیاب نہیں ہو سکے کہ مفتوحہ مراکز مجاہدین سے واپس لے جاسکیں۔ اس کے باوجود کہ امریکا اور اس کے ہاتھوں بنی کابل انتظامیہ کوشش کر رہی ہے کہ اپنی کمزوری اور شکست کی معلومات عوام سے چھپائے رکھے، تاکہ اپنے حوصلہ ہارے ہوئے فوجیوں کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے خلاف حملے کے لیے تیار رکھیں۔ اس کے باوجود بھی کبھی کبھی سیگار جیسے مغربی ادارے اور آزاد ادارے راز کو مزید نہیں چھپاسکتے اور سچ اگل دیتے ہیں۔

یہ بہت واضح حقیقت ہے کہ کابل انتظامیہ کے فوجی مجاہدین کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے۔ درجنوں کی تعداد میں مسلح ملیشیا کے اہل کار امارت اسلامیہ سے مل جاتے ہیں۔ اپنی عسکری چیک پوسٹیں اور مراکز خالی کر رہے ہیں۔ نفسیاتی لحاظ سے وہ مکمل شکست کھاچکے ہیں۔ اپنا جان و مال بچانے کی فکر میں ہیں۔ اس کے باوجود جارحیت پسند اور ان کی کٹھ پتلیاں بہت بے شرمی سے اپنی غیر موجود فتوحات اور کامیابیوں کا خالی ڈھول پیٹتی رہتی ہیں۔ اس شکست کا واضح ثبوت اوباما کا وہ اعتراف شکست ہے، جو انہوں نے امریکی ریاست فلوریڈا میں ایک عسکری اکیڈمی میں سکیورٹی افسران سے امریکی افواج کے اعلی کمانڈر کی حیثیت سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ یہ درحقیقت امارت اسلامیہ کی وہ فتح تھی، جس نے کٹھ پتلیوں کی مجرمانہ خاموشی تہس نہس کر کے رکھ دی ہے اور مجاہدین کی قوت کا اعتراف کیا ہے۔ بارک اوباما نے غیر متوقع طور پر فلوریڈا کے 'مک ڈیل' عسکری فضائی اڈے میں اپنی گفتگو میں امارت اسلامیہ کی عسکری قوت کا اعلانیہ اعتراف کیا تھا۔

امریکی میڈیا کی رپورٹ کے مطابق اوباما نے ریاست ہائے متحدہ کے اعلی فوجی کمانڈر کے طور سے قومی سلامتی کے حوالے سے اپنے خطاب میں کہا کہ 'امریکی کوششوں کے باوجود اس جنگ زدہ ملک میں حالات اب بھی غیر یقینی ہیں۔ میں نہیں چاہتا گلورین تصویر پیش کروں۔ افغانستان کے حالات اب بھی شدید ہیں۔ گزشتہ تیس سالوں سے جنگ افغان شہریوں کی زندگی کا حصہ بن چکی ہے۔ امریکا اس ملک سے مجاہدین یا جنگ کا خاتمہ نہیں کر سکتا۔' سال 2016 مجاہدین کی فتوحات، جارحیت پسندوں اور ان کے غلاموں کی رسوائی کا سال تھا۔ اس سال کے مجاہدین نے اللہ تعالی کی مدد سے درجنوں ضلعی مراکز اور سکیورٹی چیک پوسٹیں فتح کی ہیں۔ قندوز جیسے اسٹریٹجک صوبوں کے مراکز مکمل فتح ہوئے ہیں یا کئی مہینے مجاہدین کے محاصرے میں رہے، جن پر رسد کی فراہمی کے تمام راستے بند تھے۔ مجاہدین کے عسکری دباؤ اور امارت اسلامیہ کی دعوت و تنظیم کی کوششوں سے ہزاروں پولیس اور فوجی اہل کار مجاہدین سے مل گئے ہیں۔ سیگار کی مذکورہ رپورٹ بھی اس خبر کی توثیق کرتی ہے۔

دوسری طرف امارت اسلامیہ کی فتوحات سے کابل انتظامیہ کے درمیان گہرے اختلافات سامنے آئے ہیں۔ جس کی ایک مثال اشرف غنی اور عبداللہ کے سامنے آنے والے اختلافات ہیں، جنہوں نے صدارتی محل کے باسیوں اور عبداللہ کے خلاف کئی سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔ اسی طرح شمال کے جنگی محاذوں سے ملنے والی رپورٹس میں بتایا گیا ہے کہ کابل کے انٹیلی جنس حکام کے مطابق دوستم کی ہلاکت کی منصوبہ بندی اور برسراقتدار جماعت کے رہنماؤں کے درمیان گہرے اختلافات کی وجہ سے دشمن مجاہدین سے مقابلے کا اعتماد ہار گیا ہے۔ ان کے ہاتھ سے انتظامی معاملات نکل گئے ہیں۔ ہمارے خیال میں سال 2016 امارت اسلامیہ کی فتوحات، جارحیت پسندوں اور ان کے غلاموں کے لیے شکست کا سال تھا۔ بعید نہیں کہ سال 2017 میں امارت اسلامیہ کی فوجیں جوق در جوق کابل انتظامیہ کے عسکری مراکز اور اسٹریٹجک پوائنٹس میں فاتحانہ داخل ہوجائیں۔

افغان جہاد کی تاریخ لکھنے کی ضرورت

عبدالرحیم ثاقب

ہر ملک و قوم اپنے تاریخی واقعات کو درج کرنے کے لیے اپنی مخصوص تاریخ رکھتی ہے۔ افغانستان میں گزشتہ ایک صدی سے قومی اور تاریخی واقعات کی ترتیب کے لیے ہجری شمسی تاریخ رائج ہے۔ ہجری شمسی تاریخ کی ابتداء بھی ہجری قمری تاریخ کی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے ہوئی ہے۔ مسلمانوں کی معتبر تاریخ اور امت مسلمہ کے بہت سے تاریخی واقعات اسی تاریخ کی ترتیب سے مرتب کیے گئے ہیں۔ 1340 ہجری قمری سال 1301 ہجری شمسی سال کے برابر ہے۔ انگریزی استعمار سے آزادی لینے کے بعد سے ہجری شمسی تاریخ افغانستان کے لیے باقاعدہ تاریخ متعین کی گئی ہے۔ تقریباً ایک صدی کے حالات و واقعات اسی تاریخ کے حساب سے ثبت کیے گئے ہیں۔

1358 ہجری شمسی سال میں روسی جارحیت کے وقت کچھ جہادی تنظیموں کی جانب سے پشاور میں اپنے دفتری خطوط اور تحریروں میں ہجری شمسی کے ساتھ ہجری قمری تاریخ بھی درج کی جاتی تھی، مگر افغانستان میں مجاہدین کی جانب سے تمام جہادی واقعات ہجری شمسی تاریخ کے مطابق لکھے جاتے رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ 1358 ہجری شمسی سے 1368 تک روسی جارحیت کے دس سالہ دور میں ملک کے تمام جہادی واقعات اور اہم دن ہجری کی تاریخ کے حساب ہی سے متعین کیے گئے ہیں۔

1357 ثور کی، 1358 جدی کی چھ، 1358 حوت کی 24، 1368 دلو کی 26، 1371 ثور کی 8 اور اسی طرح کی دیگر سابقہ جہادی دور کے واقعات ہجری شمسی تاریخ کے حساب سے افغان تاریخ میں محفوظ ہیں۔

بدقسمتی سے 1380 میں افغانستان پر امریکا نے عسکری جارحیت کی ہے۔ جارحیت کے دیگر اثرات کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ بھی پیدا ہوگیا کہ ہجری شمسی تاریخ کے ساتھ عیسوی سال کی تاریخ کا بھی اندارج شروع ہوگیا۔ افغان عوام کی جانب سے تاریخی واقعات کے اندراج کے لیے انگریزی تاریخ کا استعمال امریکی استعمار کا پہلا اثر تھا، جو ثقافتی لحاظ سے افغانستان پر دیکھا گیا۔ بہت سے تاریخی واقعات ہجری شمسی تاریخ میں لکھے جانے کے بجائے انگریزی میں لکھے گئے ہیں۔

روسی جارحیت کے دوران جہاد کی تاریخ کو دیکھا جائے تو ہر صوبے اور علاقے کی روسی جارحیت اور کمیونسٹوں کے خلاف مزاحمت کی معلوم تاریخ اور دن درج کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر 1357، 24 حوت کو کمیونسٹوں کے خلاف مسلمان عوام نے عمومی تحریک شروع کی تھی۔

1358 حوت کی تین تاریخ کو روسی جارحیت کے خلاف کابل کے شہریوں نے عمومی تحریک کا آغاز کیا۔ اب بھی امریکی جارحیت پسندوں کے پہلے دن سے ان کے خلاف شروع کی گئی افغان عوام کی جہادی مزاحمت ایسی مزاحمت اور تحریک، ہے جس کی مثال پوری معاصر دنیا میں کہیں نظر نہیں

آتی۔ اس انوکھے اور خلاف توقع مزاحمت میں بہت اہم واقعات پیش آئے ہیں، جنہیں ہمارے جہادی نشریاتی اداروں کو صلیبی جارحیت کے خلاف یادگار کے طور پر محفوظ کر لینا چاہیے۔ یہاں ہم مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند ایام کا ذکر کریں گے، جو صلیبی جارحیت کے خلاف جہاد میں پیش آئے ہیں۔ ان کے لیے انگریزی تاریخ استعمال کی گئی ہے:

25نومبر 2001 کو قلعہ جنگی میں امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے داخلی حامیوں کے خلاف قیدی مجاہدین کی بغاوت، جس میں سی آئی اے کا پہلا امریکی جاسوس مایک سپین ہلاک ہوگیا۔

مارچ 2002 میں امریکی جارحیت پسندوں کے خلاف شاہی کوٹ کے مجاہدین کی پہلی کارروائی۔

7جولائی 2007 کو غزنی میں 24 مجاہدین نے کورین مبلغین گرفتار کر لیے۔

14جون 2008 کو قندھار میں مجاہدین نے زیرزمین حیران کن طور پر سرنگ بنا کر1500سے زیادہ قیدیوں کو رہائی دلائی۔

9مئی 2009 کو امریکی اعتراف کے مطابق200افراد شہید ہوئے۔ اسی طرح کے اندوہناک واقعات قندوز، اروزگان، قندھار، کنڑ، خوست، لوگر، پکتیا، پکتیکا اور غزنی میں بھی پیش آئے۔

1جون 2009 کو پکتیا میں مجاہدین کے ہاتھوں پہلا امریکی فوجی افسر برگڈال گرفتار ہوا۔

6جولائی 2011 کو وردگ میں ایک مجاہد کے ہاتھوں فوجی ہیلی کاپٹر گرانے پر38امریکی کمانڈوز ہلاک ہوئے۔

11ستمبر 2011 کو وردگ کے ضلع سید آباد میں فدائی حملے میں 100 امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔

13اپریل 2013 کو امارت اسلامیہ کے مؤسس و رہنما امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی وفات ہوئی۔

4جون 2014 کو امریکی قیدی افسر کے بدلے گوانتانا مو سے امارت اسلامیہ کے 5رہنماؤں کو رہا کرایا گیا۔

22ستمبر 2014 کو اشرف غنی کی جانب سے امریکی سکیورٹی معاہدے پر دستخط کیے گئے۔

28ستمبر 2015 کو مجاہدین کے ہاتھوں قندوز فتح ہوا۔

21مئی 2016 کو امریکی ڈرون سے امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور کی شہادت واقع ہوئی۔

25مئی 2016 کو امارت اسلامیہ افغانستان کے لیے نئے امیر المؤمنین شیخ مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ کا تقرر ہوا۔

7دسمبر 2016 کو اوباما نے مجاہدین کے خاتمے میں ناکامی کا اعتراف کیا۔

پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ درج بالا واقعات مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ کیوں کہ گزشتہ 16 سالوں کے حساب سے ہر سال میں سے صرف ایک واقعے کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہماری16 سالہ جہادی تاریخ میں ہزاروں ایسے واقعات پیش آ چکے ہیں، جن میں سے ہر ایک بجائے خود اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے۔ اپنی تاریخی اہمیت کی وجہ سے اُسے تاریخ میں درج کیا جانا چاہیے۔

جنگ کی وجہ امریکی موجودگی ہے

خلیل عزم

اشرف غنی نے نئے سال کی آمد کے موقع پر نام نہاد پارلیمنٹ کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ جنگ کا اصل سبب امریکا نہیں، مجاہدین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجاہدین جنگ کر رہے ہیں، جب کہ امریکا ان کا مقابلہ کر رہا ہے۔ اس لیے امریکا بمباری اور ڈرون حملوں میں عام شہریوں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ تاہم انہوں نے امریکی بمباری میں شہید ہونے والے عام شہریوں، خصوصا خواتین، معصوم بچوں اور بوڑھوں کا کوئی قصور نہیں بتایا؟ نام نہاد دانش ور اشرف غنی کے خیال کے مطابق جنگ مجاہدین کر رہے ہیں تو پھر امریکی بمباری میں شہید ہونے والے عام شہریوں کا کیا قصور ہے؟ اِن حالات میں آپ کی ذمہ داری کیا ہے؟ مجاہدین تو آپ کے واضح دشمن ہیں۔ آپ امریکا کی جانب سے ان کا قتل عام جائز قرار دیتے ہیں، لیکن بحیثیت صدرِ مملکت امریکا کے ہاتھوں شہری ہلاکتیں کس دلیل کی بنیاد پر جائز ہیں؟ اگر آپ یہ سب جائز سمجھتے ہیں تو ہمیں بتایا جائے کہ آپ پھر کس ملک کے صدر ہیں اور کن کا عوامی نمائندہ ہیں؟

واضح رہے اشرف غنی نے ایسے وقت میں پارلیمنٹ کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کیا تھا کہ دو روز قبل صوبہ فراہ، زابل، تخار اور میدان وردگ میں 24 گھنٹوں کے دوران امریکی بمباری کے نتیجے میں کم از کم 70 افراد شہید اور زخمی ہو گئے تھے۔ جب کہ گھروں، کھیتوں اور مساجد پر بڑی توپوں اور فضائیہ کے ذریعے حملے کیے گئے تھے۔

بزعمِ خود دنیا کے بڑے مفکرین میں شامل کرنے والے اشرف غنی بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے ساڑھے تین عشرے قبل روسی حملے کے وقت افغانستان چھوڑ کر ایک امریکی چرچ میں پناہ لینے کی کوشش کیوں کی تھی؟ وہ افغانستان تب کیوں واپس آئے تھے، جب امریکا اور نیٹو کی ڈیڑھ لاکھ فوج کے سہارے افغانستان قابض ہو چکے تھے۔ کیا آپ اپنی مرضی سے واپس آئے ہیں یا امریکی چرچ کے فیصلے کی بنیاد پر تشریف لائے ہیں؟ ہمیں تو 16 سال قبل ایسا کوئی وفد یا جرگہ یاد نہیں ہے، جس نے آپ کو افغانستان تشریف لانے کی دعوت دی ہو! اگر آپ جعلی مفکر نہیں ہیں تو فیصلہ کریں کہ افغان عوام امریکی اور نیٹو مظالم کے خلاف مزاحمت نہ کریں تو کیا خاموش رہ کر اپنا سب کچھ لٹنے اور برباد ہونے کو چھوڑ دیں؟! افغان عوام نے گزشتہ 16 برسوں میں اپنی مذہبی اقدار اور ملی روایات کا دفاع کیا ہے۔ انہوں نے نہتے ہوتے ہوئے اپنے سروں اور قیمتی جانوں کی قیمت پر اسلام اور ملک کا دفاع کیا ہے۔ کیا آپ ضمانت دے سکتے ہیں اگر مجاہدین ہتھیار پھینک دیں تو آپ یہ جرأت کر سکتے ہیں یا آپ کے نظام میں کوئی ایسا بہادر شخص سامنے آ سکتا ہے، جو امریکا کو للکار کر جواب طلب کرے کہ فلاں جگہ پر جس وجہ سے بمباری کر کے عام شہریوں کو شہید کیا گیا تھا؟!!

جنابِ صدر! آپ ہی نے امریکا کے ساتھ مل جنگ میں شرکت نہ کرنے والے سابق مجاہدین کو بھی شہید کیا، قید کیا، مختلف طرح سے اذیتیں دیں اور اُن کے گھر والوں کو طرح طرح سے پریشان کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اِن گھروں میں بیٹھ جانے والوں کا کوئی قصور تھا؟ اگر نہیں تو پھر اُنہیں خود پر کیے گئے مظالم کے خلاف اٹھنے کیوں نہیں دیا جاتا؟ لیکن اشرف غنی سمیت ہر اسلام مخالف کو جان لینا چاہیے کہ ہمیں آپ جیسوں کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ امریکی صدر بش اور ان کے وزیر دفاع رمز فیلڈ نے کہا تھا کہ مجاہدین کو موت اور قید کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں دیں گے۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ کابل انتظامیہ نے جنگ کے خاتمے کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں؟ گلبدین حکمت یار نے آپ کی مفاہمت اور امن کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا، لیکن بدلے میں آپ نے اُن کے ساتھ کیا کیا؟ امریکا کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ کر کے افغانستان میں مزید دس سال تک خونریز جنگ جاری رکھنے کی یاداشت پر دستخط کیے ہیں۔ آپ کے دور صدارت میں نیٹو نے افغانستان سے متعلق کتنے اجلاس کیے ہیں؟ ان میں جنگ کے خاتمے کے لیے کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں؟ کچھ ایسا طے ہوا ہے کہ مجاہدین سے پوچھا جائے کہ وہ کیوں جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں؟ یہ افغان انتظامیہ ہی ہے، جو افغانستان کو ہمہ وقت جنگ کی بھٹی میں جلتے رہنا دیکھنا چاہتی ہے۔

مریض افغان شہری اور بھارت

خبیر احمد

بادی النظر میں یہی دکھائی دیتا ہے اور میڈیا میں بھی یہی راگ تسلسل کے ساتھ الاپ رہا ہے کہ ہندوستان نے افغانوں کے لیے اپنے دروازے کھول دیے ہیں۔ ہر قسم کی آسانیاں اور سہولتیں فراہم کر دی ہیں۔ بالخصوص افغانستان سے علاج کے سلسلے میں آنے والوں کے لیے خصوصی رعایتیں موجود ہیں۔ یہ بات تسلیم ہے کہ ویزے سے متعلق امور میں واقعتاً ہندوستان گورنمنٹ نے قابل قدر آسانیاں پیدا کی ہیں۔ افغان عوام جب چاہیں، ہندوستان کا سفر آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ البتہ مجبور اور غیر تعلیم یافتہ افغان عوام کے ساتھ ہندوستان کی سرزمین پر انتہائی ناروا سلوک کیا جا رہا ہے۔ ہم کابل کے ایک روزنامہ کو معلوم ہونے والے کچھ افسوس ناک حقائق سامنے رکھتے ہیں۔

امریکا، نیٹو اور ہندوستان کا دعوی ہے کہ انہوں نے افغانستان کی تعمیرِ نو میں سیکڑوں ڈالر صرف کیے ہیں۔ اگر افغانوں کی موجودہ غریبانہ حالت، دربدری، بالخصوص صحت کے شعبے میں توجہ دی جائے تو افغانستان بھر میں ایک بھی ایسا مثالی ہسپتال نظر نہیں آئے گا، جس کے بارے میں کہا جاسکے کہ یہاں مریض کی حالت بہتر نہیں تو کم از کم مزید ابتر نہیں ہوگی۔ اسی لیے اسی فیصد افغان انتہائی مجبوری کی حالت میں اپنے مریضوں کے ساتھ علاج کی غرض سے اپنی جائیداد وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر پاکستان یا ہندوستان کا رخ کرتے ہیں۔ ماضی میں پچاس فیصد افغانی علاج کی غرض سے پاکستان جاتے تھے۔ وہاں اُنہیں پاکستانی پولیس کی طرف سے انتہائی ناروا سلوک کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ جب سے دہلی اور کابل کے درمیان قربتیں پیدا ہوئی ہیں، تب سے نوے فی صد عوام علاج کے لیے ہندوستان کا رخ کر رہے ہیں۔ افغان عوام کہتے ہیں ’ہندوستان کا صرف ویزہ ہی آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جب آدمی وہاں پہنچ جاتا ہے، تب قدم قدم پر مشکلات، چوروں اور راہزنوں کا سامنا ہوتا ہے۔ ان کا کہنا ہے انڈیا کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلے انسانی شکلوں میں بے رحم چور اور ڈاکو ہمارا استقبال کرتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں لوٹنے کے لیے آستین چڑھا رکھی ہوتی ہیں۔ انڈین حکام پردیس میں آئے نابلد اور مظلوم افغانوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ جن جمہوری طریقوں سے ہماری جیب لوٹتے ہیں، اُن پر کسی قسم کا کوئی مقدمہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اکثر افغانوں کو اردو اور انگریزی سمجھ نہیں آتی۔ اسی لیے ان کی مجبوری ہے کہ دہلی آتے ہی اپنے لیے کسی بامعاوضہ ترجمان رکھ لیں۔ ایک ہفتے کے لیے مشکل سے کوئی ترجمان 100 ڈالر کی خطیر رقم پر ملتا ہے۔ یہ ترجمان بھی اتنے سنگ دل ہوتے ہیں کہ سخت بیماری کی حالت میں بھی ان کو اپنی فیس کی فکر ہوتی ہے۔ اُنہیں صرف اپنے معاوضہ چاہیے، مریض پر کیا گزر رہی ہے، اِس سے اُنہیں کوئی غرض نہیں ہے۔ ڈاکٹر کی فیس، معائنہ جات، ٹیکسی اور ہوٹل کا کرایہ سب کچھ ان ترجمانوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ جیسے ان کی مرضی ہوتی ہے، دیگر کمیشن کاروں کے ساتھ مل کر پیسے ہتھیا لیتے ہیں۔ انہیں مریض کے لیے آسانی فراہم کرنے کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ وہ دستیاب ترجمان اکثر و بیشتر افغان ہوتے ہیں۔ ہندوستانی ڈاکٹرز، ہسپتال اور گھر مالکان کے ساتھ مل کر غیر انڈین مریضوں کی کھال تک اُتار لینا چاہتے ہیں۔ جب ان کو علم ہوتا ہے کہ اب مریض کی جیب خالی ہوگئی ہے تو بالکل اُسی جگہ مریض کو لاوارث چھوڑ کر گدھے کے سینگ کی طرح غائب ہو

جاتے ہیں۔

صوبہ کابل کے شہری حاجی محمد عسکر کچھ عرصہ قبل علاج کے سلسلے میں بھارت گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں بھارت میں علاج و معالجہ بہت مہنگا ہے۔ بسا اوقات اتنی رقم خرچ کرنے کے باوجود مطلوب نتیجہ بھی ہاتھ نہیں آتا۔ جب کہ وہاں پیش آنے والے لاتعداد مسائل اور مشکلات اس کے علاوہ ہیں۔ حاجی صاحب کا کہنا 'جب مَیں ہندوستان کے ائیرپورٹ پر اترا تو ایک کمیشن کار نے دو ہزار روپے صرف اس واسطے لیے کہ انہوں نے فون پر ایک افغان ترجمان کے ساتھ بات کرا دی تھی۔ جب کہ ترجمان نے دس دنوں کی ترجمانی کے بدلے دو سو ڈالر کا مطالبہ کیا، جسے مجبوراً قبول کرنا پڑا۔ یہ ترجمان افغانستان میں قیام پذیر ہزارہ برادری سے تعلق رکھتا تھا۔ اب میری لگام اسی کے پاس تھی۔ ڈاکٹر کی فیس، ٹیکسی اور مکان کا کرایہ جس قدر طلب کرتے، مجھے دینا پڑتا تھا۔ یہ کہہ کر کہ 'اس لیبارٹری میں نتیجہ درست نہیں نکلا، کئی ٹیسٹ دو دو مرتبہ کروائے۔

تین ماہ قبل گردوں کے علاج کے سلسلے میں بھارت جانے والے فرید خان اپنی سرگزشت بیان کرتے ہیں: اکثر افغان حکام اور سرمایہ دار حضرات علاج کے سلسلے میں بھارت جاتے ہیں، تو لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں۔

ہندوستانی پیسوں کے بے حد لالچی ہیں۔ اسی لیے وہاں کے ڈاکٹرز اور کمیشن کار صرف زیادہ پیسہ خرچ کرنے والے پر توجہ دیتے ہیں۔ انہیں جب علم ہوتا ہے کہ مریض دو تین لاکھ سے کم خرچ لایا ہے تو پھر اُسے ترجمانوں اور کمیشن کاروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں، جو مریضوں کو جعلی ڈاکٹروں کے پاس چکر لگواتے رہتے ہیں۔ بھارت نے گزشتہ کئی سالوں میں افغانوں کے لیے 'مکس، ساکت، اپولو اور میدانتا' نامی بڑے ہسپتال بنا لیے ہیں۔ ہر روز کابل سے دہلی کے لیے دو پروازیں جاتی ہیں، جن میں کم از کم چار سو افغانی بھارت جاتے ہیں۔ جب مَیں ائیرپورٹ پر اترا تو ایک شخص 'بے لوث مہربان' کے روپ میں سامنے آیا۔ کہنا لگا، آپ کے لیے رہنے کا بندوبست کریں۔ کسی گھر کے لیے پندرہ ہزار روپے نقد لے کر غائب ہو گیا۔ تین دن بعد آ کر تین سو ڈالر اس بہانے لے لیے کہ آپ کو ایک مخصوص ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے۔ جب ڈاکٹر کے پاس گئے تو عصر تک انتظار کروایا، بالآخر یہ کہہ کر کہ آج ڈاکٹر نہیں آیا، کل پھر آئیں گے، غائب ہو گیا۔ اگلے دن ترجمان کا فون آیا کہا کہ آج مَیں مصروف ہوں۔ کل آؤں گا۔ وہ پھر نہیں آیا، جب کہ موبائل نمبر ہی بند کر دیا۔ اسی دن مالک مکان بھی آ گیا اور کرائے کا مطالبہ کر دیا۔ ہم نے کہا پندرہ ہزار روپے ترجمان کے ہاتھ بھجوائے تھے۔ اس کی رسید یہ ہمارے پاس ہے، لیکن اُس نے انکار کر دیا کہ مجھ تک کوئی کرایہ نہیں پہنچا، اس لیے مجبوراً پندرہ ہزار روپے مزید دینا پڑے۔"

حاجی اسلم خان بھی بھارت میں افغانوں کے ساتھ ناروا سلوک کی شکایت کر رہے تھے کہ حکام یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن گونگے بہرے بنے ہوئے ہیں۔ اپنے ہی ہم وطنوں کی بھارت میں کسمپرسی پر طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ کابل انتظامیہ کے تجارتی اور صنعتی امور کے سربراہ 'حق جو' کہتے ہیں کہ اگرچہ افغانستان میں 171 خصوصی اور 131 عام ہسپتال موجود ہیں۔

افغان عوام مجبور ہیں کہ علاج کے سلسلے میں ملک سے باہر جائیں۔ روزانہ ہزاروں لوگ باہر جاتے ہیں، جن میں زیادہ تر بھارت یا پاکستان جاتے ہیں۔ جہاں صرف ایک علاج کے لیے لاکھوں خرچ ہو جاتے ہیں۔ اب فیصلہ افغان عوام کریں کہ امریکا، نیٹو اور بھارت کا یہ کہنا کہ ہم نے لاکھوں ڈالر افغانستان میں لگائے ہیں، وہ کہاں ہیں؟

ٹرمپ امریکی "گورباچوف" ہے

حسن مومند

ڈونلڈ ٹرمپ نے 20 جنوری 2017 کو امریکا کے 45ویں صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا تھا۔ امریکی دستور کے مطابق حلف برداری کی یہ تقریب نہایت اہتمام کے ساتھ منعقد کی گئی۔ تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کے علاوہ امریکا کی تمام ریاستوں کے سابق اور موجود، تقریبا سبھی صدور، سیاست دانوں، بلدیاتی نمائندوں اور صحافی برادری کی کثیر تعداد نے شرکت کی تھی۔ پروگرام میں کافی جوش و خروش تھا۔ امریکی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ایک امریکی صدر کے حلف کے دوران وائٹ ہاؤس کے باہر ہزاروں مظاہرین جمع ہو کر نومنتخب صدر سے استعفا کا مطالبہ کر رہے تھے۔ غلامی کے دور سے آج تک پہلی مرتبہ امریکا کو اتنے بڑے واقعے کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ تقریب حلف برداری سے اگلے دن وائٹ ہاؤس کے باہر انڈیپنڈنٹ ایونیو میں ایک بہت بڑا احتجاجی مظاہرہ ہوا، جس میں دو سو سے زیادہ مسلم و غیر مسلم افراد نے شرکت کی تھی۔ انہوں نے اپنی آواز کو مزید مؤثر بنانے کے لیے امریکا کے 408 دیگر بڑے شہروں اور دیہاتوں کے علاوہ 81 دیگر ممالک میں 168 مقامات پر اسی طرز کے احتجاجی مظاہرے کیے۔ تقریب کے دن واشنگٹن ڈی سی میں مظاہرین نے وائٹ ہاؤس جانے والے سبھی راستے بند کر دیے تھے۔ پولیس نے راستے کھولنے کی کوشش کی تو مظاہرین نے تشدد کی راہ اختیار کر لی، جس سے پولیس اور مظاہرین کے درمیان ہاتھاپائی بھی ہوئی۔ پولیس نے مظاہرین کے خلاف آنسو گیس استعمال کی، جب کہ مظاہرین نے ردعمل میں پولیس پر پتھر پھینکے۔ گو ٹرمپ گو! کے نعرے لگائے گئے۔ گھروں اور بلڈنگوں کے شیشے توڑ ڈالے، جب کہ بہت سی گاڑیوں کو آگ لگائی گئی، جس سے وائٹ ہاؤس کی فضا کافی مکدر ہو گئی۔

ٹرمپ انتخابی مرحلے کے دوران بلند و بانگ دعوے کرتے اور مختلف خوش خبریاں سناتے رہے۔ عوام کو امید تھی کہ ٹرمپ حلف اٹھا کر ایک ذمہ دار صدر کی حیثیت سے اپنے وعدے پورے کریں گے۔ تقسیم کی دلدل میں دھنستے امریکا کو متحد کریں گے۔ بین الاقوامی سیاست میں ایک مثبت پہلو اختیار کریں گے۔ جب کہ ٹرمپ نے حلف اٹھانے کے بعد یہ سارے دعوے اور وعدے خاک میں ملا دیے۔ اپنی کابینہ کے لیے اراکین کے انتخاب اور پہلے دس دنوں میں کیے گئے اقدامات سے جو تشویش پیدا ہوئی ہے، حالات کا گہرائی سے تجزیہ کرنے والوں نے اسے مستقبل کے سونامی سے تعبیر کیا ہے۔ ٹرمپ نے ایک انقلابی لیڈر کی طرح پہلے دس دنوں میں 17 فرمان جاری کیے۔ جن میں سرفہرست ایران، عراق، شام، سوڈان، صومالیہ، لیبیا اور یمن کے مسلمانوں پر امریکا آنے پر پابندی ہے۔ ٹرمپ نے انتخابی کمپین کے دوران سفید فام امریکیوں کے ساتھ جو وعدے کیے تھے، ان کی تکمیل کی کوششیں اول دن ہی سے شروع کر دی گئی تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اپنے ہم وطنوں کے ساتھ جو وعدے کیے ہیں، ایک ایک کر کے پورے کروں گا۔

ٹرمپ نے انتخابی کمپین میں سب سے پہلے امریکا کا نعرہ لگایا تھا۔ وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ ساری توجہ اپنے ہی ملک پر مرکوز رکھنی چاہیے۔ امریکا کے تمام تر وسائل امریکا کی ترقی اور امریکیوں کی خوش حالی پر صرف ہونے چاہییں۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ امریکا کی تمام سرحدیں ان لوگوں کے لیے بند رہیں گی، جو ہم سے دلی محبت نہیں کرتے۔ یہ بھی کہا کہ مہاجرین کی غیر قانونی آمد کی روک تھام کے لیے میکسیکو کے سرحد پر دیوار تعمیر کریں گے۔ وہ امریکا میں مسلمانوں کو ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہیں کرتے۔ امریکا آنے والے مسلمانوں کی روک تھام اور وہاں موجود مسلمانوں کو امریکا سے نکالنے کا عمل ان کے لیے سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے انہوں نے سب سے پہلے یہ حکم جاری کیا تھا کہ سات ممالک کے مسلمانوں کا داخلہ بند ہے۔ انہوں نے سابقہ امریکی پالیسی کو سخت تنقید کا نشانہ بنا کر کہا کہ امریکا نے دیگر اقوام کو امن دینے کے لیے اربوں ڈالر

خرچ کیے، جس کے نتیجے میں امریکی تعلیمی اور صنعتی اداروں کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ طویل عرصے تک ہمارے وسائل پر ایک نہایت کمزور اور چھوٹا طبقہ قابض ہو کر ملکی دولت سے فائدہ حاصل کر رہا ہے، لیکن نقصان پوری ریاست برداشت کر رہی ہے۔

اگر مسٹر ٹرمپ کی ان باتوں کا بغور جائزہ لیا جائے تو نہ صرف انہوں نے امریکا کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے دکھا دیا ہے، بلکہ امریکی پالیسی کے برعکس جنگ کا اعلان بھی کیا ہے۔ انہوں نے ضمناً یہ بات بھی کہی کہ پوری دنیا کو امریکی چھتری تلے آباد کرنے کا خیال ناکام پالیسی ہے، جس نے امریکا کے لیے کامیابیوں کا راستہ بند کر دیا ہے۔ اب وقت آگیا ہے پوری دنیا پر حکمرانی کے خواب ہمیشہ کے لیے دفن کر دیے جائیں۔ ٹرمپ نے بدنام زمانہ گوانتانامو کو پھر سے آباد کرنے کا عندیہ دیا ہے۔ ٹرمپ نے حلف برداری کے دن اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف سخت ناروا لہجہ اختیار کیا تھا کہ ہم اسلامی دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ ٹرمپ کی اس اسلام دشمن پالیسی اور ڈپلومیسی کے خلاف لہجے سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے۔ جب کہ جرمنی، فرانسیسی، برطانوی اور کینیڈین سمیت تمام اتحادیوں کو ٹرمپ کی اس پالیسی سے سخت پریشانی اور دکھ پہنچا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ٹرمپ کی یہ بھڑک جارج بش اعلانِ جنگ سے کم نہیں ہے۔ بش کے اس اعلان جنگ کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑنے کے ساتھ ساتھ مسلمان نوجوانوں میں جہاد کا شوق پیدا ہوا تھا، جو امریکا اور اس کے اتحادیوں کے لیے سخت تشویش کا باعث ہو گا۔

ٹرمپ نے ثابت کیا ہے کہ پوری مشرقی دنیا میں مجموعی طور سے، جب کہ امریکا میں خصوصاً اب بھی رنگ و نسل اور مذہب کی بنیاد پر تعصب موجود ہے۔ سیاہ فام اور سفید فام برابر ہے۔ انہوں نے امریکا کے تمام باشندوں پر یہ بات واضح کی ہے کہ اگر کوئی امریکا کے لیے طویل خدمات کے باوجود سفید چمڑے، نیلی آنکھوں اور زرد بالوں کا حامل نہیں ہے تو اسے امریکا کے اصل باشندے کی نظر سے نہیں دیکھا جائے گا۔ امریکا کا سفید فام باشندہ سیاہ فام کو اپنا بھائی کہے گا اور نہ ہی اُس کے ساتھ برابری کا سلوک رکھا جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انصاف، انسانی مساوات اور انسانی حقوق کے نعروں کی کچھ حقیقت نہیں ہے، لیکن مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ سب سے کارآمد حربہ ہیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے نہایت ہی مختصر عرصے میں امریکا کی تمام کٹھ پتلیوں کو ان کی اوقات دکھا دی ہے۔ امریکا کی دوستی پر فخر کرنے والے نام نہاد مسلم حکمرانوں پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ آپ امریکا کے نزدیک 'ٹشو پیپر' سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

چار امریکی ریاستوں نے ٹرمپ کے خلاف سپریم کورٹ میں صدارتی حکم کو 'فضول' قرار دیا ہے۔ اب بھی امریکا کے 49 سالوں سے پرانے ارکان نے ٹرمپ کی اسلام دشمن پالیسی کی حمایت کی ہے۔ لوگ ٹرمپ کو جاہل، اجڈ اور متعصب کہتا ہے۔ اوباما سے قبل کے صدور فرانسیسی، ہسپانوی اور المانوی زبانوں میں بھی بات کر لیا کرتے تھے، لیکن ٹرمپ تعصب کی اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں کہ کسی کو انگریزی کے علاوہ زبان بولتا دیکھ کر ناراض ہو جاتے ہیں۔ جب جارج بش اپنی مادری زبان ہسپانوی میں بات کرنے لگے تو ٹرمپ نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ملک میں انگریزی بولی جاتی ہے۔ جب کہ امریکا میں میں 37 ملین ہسپانوی موجود ہیں۔ یہاں ہسپانوی زبان کے دو نہایت مقبول چینل بھی موجود ہیں۔ کئی کالجز اور یونیورسٹیوں میں بھی ہسپانوی بولی جاتی ہے۔ یہ سب مسٹر ٹرمپ کے جاہلانہ تعصب کی بڑی نشانی ہے۔ آنے والے 4 سالوں میں ٹرمپ کی اسلام مخالف پالیسی مسلم دنیا کو مل بیٹھ کر باہمی اختلافات ختم کرانے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ امریکی سماج کا اصل وقار یہاں کا معاشرتی تنوع ہے۔ دنیا کے اعلی دماغوں نے اس ملک کو بڑی مملکت بنا دیا ہے۔ اب امریکا سے انسانی مساوات اور انسانی احترام یکسر ختم ہو گیا ہے، جس سے امریکی بقا خطرے میں ہے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ ٹرمپ امریکا کا 'گورباچوف' ثابت ہو گا۔

ٹرمپ نے امریکیوں کو یہ احساس دیا ہے کہ امریکہ صرف سفید فاموں کا ہے۔ ان کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود کو امریکی کہے۔ اس فکر کی وجہ سے ایک خطرناک آگ لگ رہی ہے۔ یہ آگ بہت جلد امریکی شر کو ختم کر کے رکھ دے گی۔ ان شاء اللہ تعالی

شہری ہلاکتوں کے دلخراش واقعات

خبیر احمد

افغان عوام جانتے ہیں کہ چوبیس گھنٹوں کے ایک دن میں افغانستان کے مختلف حصوں میں قابض امریکی فوج اور کٹھ پتلی حکومت نے درجنوں نہتے اور مظلوم شہریوں کو فضائی حملوں اور زمینی کارروائیوں میں شہید کر دیا ہے۔ غاصب قوتوں اور ان کے حواریوں نے ملک کے مختلف مقامات پر مظلوم عوام کو نشانہ بنانے کے لیے وحشیانہ فضائی حملوں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ B52، ڈرون طیاروں اور دیگر بھاری ہتھیاروں کے ذریعے عوامی مقامات، گھروں اور کچے مکانات تباہ کیے جا رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں 70 سے زائد افراد شہید ہو گئے ہیں۔ اُن میں زیادہ تر عمر رسیدہ سفید ریش، خواتین اور بچے شامل تھے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق شہری ہلاکتوں کے یہ دل خراش واقعات صوبہ زابل، میدان وردگ، تخار اور فراہ میں پیش آئے ہیں۔ کہا جاتا ہے صرف صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود کے ژڑا خوندزادہ، تپہ سعادت، تودنک، سپانزی اور شہر کے قریب بڑے گاؤں میں دشمن کے فضائی حملوں اور بھاری ہتھیاروں کے حملوں میں 15 عام شہری شہید اور 23 زخمی ہوئے تھے۔

مقامی لوگوں نے میڈیا کو بتایا ہے کہ امریکا اور کابل انتظامیہ نے ان علاقوں میں آپریشن کرنے کے لیے ہزاروں فوجیوں کو میدان میں اتار لیا تھا، جو بھاری ہتھیاروں سے لیس تھے۔ انہیں جنگی طیاروں کی مدد بھی حاصل تھی۔ جب مجاہدین نے ان کے خلاف جوابی کارروائی کا آغاز کیا تو امریکی فوجی اور افغان فورسز بھاری ہتھیاروں اور جدید وسائل کے باوجود شکست سے دوچار ہو گئے۔ اس لیے انہوں نے واپس بھاگتے ہوئے عوام کے گھروں، فارموں، دوکانوں اور مساجد کو نشانہ بنا کر مجاہدین کی 'جوابی کارروائی' کا انتقام لیا۔ فسادی فوج نے اپنے اس وحشیانہ حملے میں درجنوں افراد شہید اور زخمی کر دیے تھے۔ 24 گھنٹوں کے دوران 70 عام شہری شہید اور زخمی ہوئے، جس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ کون شہری ہلاکتوں میں ملوث ہے اور افغانیوں کی نسل کشی کا ذمہ دار کون ہے؟

سال کے اختتام پر یوناما اور نام نہاد انسانی حقوق کی علمبردار تنظیمیں شہری ہلاکتوں سے متعلق رپورٹ پیش کر کے امارت اسلامیہ کو موردِ الزام ٹھہراتی ہیں۔ ہم یوناما اور دیگر نام نہاد تنظیموں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ 24 گھنٹوں کے دوران فراہ، تخار، زابل اور میدان وردگ میں وحشیانہ فضائی حملوں کے نتیجے میں نشانہ بننے والے شہری ہلاکتوں کے ذمہ دار اور قاتل کون ہیں؟ اگر انسانی حقوق کی تنظیمیں حقائق پر یقین رکھتی اور اپنے وعدوں کی پاس داری کرتی ہیں تو 24 گھنٹوں کے دوران شہید کیے جانے والے اِن 70 سے زائد عام شہریوں کی ہلاکت پر معنی خیز خاموشی ختم کرے اور ذمہ داران کے خلاف آواز بلند کرے۔ عالمی عدالت انصاف میں ان پر جنگی جرائم کا مقدمہ درج کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دل گردے کا کام ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ صرف تصویر کا ایک رخ دکھانے کی فکر میں ہیں۔ اگر مجاہدین کے ہاتھوں کوئی عام افغانی بھی غلطی سے قتل ہو جائے تو ساری دنیا شور مچاتی ہے۔ انسانی حقوق کی نام نہاد تنظیمیں اپنا آپ دکھا رہی ہوتی ہیں، لیکن اِن 24 گھنٹوں کے دوران 70 سے زائد عام شہریوں کے قتل عام پر پوری دنیا، میڈیا، کٹھ پتلی حکومت اور انسانی حقوق کی نام نہاد تنظیمیں سب خاموش ہیں۔

حلب کا سقوط اور شام کا خوفناک مستقبل

شہید زوی

شام جیسے تاریخی ملک کو قدیم انسانی تہذیبوں اور تمدنوں کا مرکز ہونے کا فخر حاصل ہے۔ مشرق وسطی میں یہ سب سے خوب صورت، سرسبز و شاداب باغات، گھرے سبز جنگلات اور پہاڑوں کے دامن میں خوب صورت ساحل رکھتا ہے۔ کسی دور میں خلافتِ اسلامی کا مرکز رہنے والا شام آج گزشتہ 5 برس سے بے حد الم ناک حالات کا شکار ہے۔ مسلمانوں کے اس تاریخی ملک میں ظالم بشار الاسد نے ملک کے بڑے شہروں کو غذائی اجناس اور ادویات کی فراہمی پر پابندی عائد کر دی ہے۔ مسلمانوں کو مصنوعی قحط سے تباہ کیا جارہا ہے۔ بشار کے فوجی خواتین کی منظم انداز میں عصمت دری کر رہے ہیں۔ اسدی فوج اور دیگر شیعہ ملیشیا نے سیکڑوں جیلیں بنا رکھی ہیں، جہاں بوڑھے، جوان، بچے اور خواتین قید ہیں۔ انہیں شدید تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہاں بہت بڑا انسانی المیہ جنم لے رہا ہے۔ اس ملک کے بڑے اور تاریخی شہر کھنڈرات میں بدل گئے ہیں۔ ان جنگوں میں بشاری فوج کی توپوں کا نشانہ عوام ہوتے ہیں، جن میں اکثریت خواتین اور بچوں کی ہے۔ شام میں انسانیت کی حیثیت نہیں رہی۔ یہاں ہر چیز انسانی جان سے زیادہ سستی ہے۔

شام کا شمالی شہر حلب 190 کلو میٹر رقبے پر مشتمل ہے۔ حالیہ جنگ سے قبل آبادی کی تعداد 4 ملین نفوس تھی۔ شام کی پچیس فیصد آبادی حلب میں رہتی تھی۔ حلب کی اسی فیصد آبادی مسلمان اور بقیہ بیس فیصد نصیری شیعوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ حلب شام کا سب سے بڑا اور قدیم شہر ہے۔ اس شہر کی قدامت اور خوب صورتی میں دنیا کا کوئی بھی شہر مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ حلب تقریباً 5 ہزار سال قبل مسیح پرانا شہر ہے۔ حلب ایک ہزار سال قبل مسیح میں بھی تجارت کے لحاظ سے بے مثال رہا ہے۔ بغداد جانے اور آنے والے تمام قافلے حلب سے گزرتے تھے۔ حلب کے کپڑے اور ریشم پوری دنیا میں مشہور تھے۔ تمام عرب علاقوں میں حلب سے کپڑا درآمد کیا جاتا تھا۔ حلب کے آئینے پوری دنیا میں بے مثال تھے۔ پوری دنیا میں حلب کے آئینوں کی مانگ زیادہ تھی۔ نہر سویز کے بننے سے قبل یہ شہر تجارت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ بحیرہ روم سے مشرق وسطی آنے والے تمام تجارتی قافلے یہیں سے گزرتے تھے۔ یہاں کا سفید سنگِ مرمر پوری دنیا میں مشہور تھا۔ شام کا دارالحکومت تو دمشق ہے، مگر اس کا اقتصادی مرکز حلب تھا۔ پورے ملک کی 60 فیصد برآمدات یہیں سے جاتی تھیں۔ یہاں اب بھی مشرق وسطی کی قدیم تہذیبوں کے آثار موجود ہیں۔ یہ شہر اس خطے کے اسلامی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہاں بڑی بڑی مساجد اور درس گاہیں تھیں۔ یہاں بڑے بڑے مفسرین، محدثین، فقہا، مؤرخین اور عصری و ادبی علوم کے ماہرین پیدا ہوئے۔ یونیسکو نے 1986ء میں اس شہر کو پوری اسلامی دنیا کا تہذیبی اور ثقافتی دارالحکومت قرار دیا تھا۔ جب کہ یہاں موجود تاریخی آثار کے تحفظ کے لیے اقدامات کیے۔

اللہ تعالی نے اس سرزمین میں خیر و برکت کا ایک بڑا ذخیرہ رکھا ہے۔ رحمتوں سے لبریز یہ سرزمین آج بڑی طاقتوں کے منحوس منصوبوں کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہے۔ شام میں انسانیت کا بڑے پیمانے پر قتل عام جاری ہے۔ شام کے بڑے اور تاریخی شہر کھنڈرات میں بدل گئے ہیں۔ شام میں بشار الاسد کے مظالم انسانیت پر ظلم کی انتہا ہیں۔ بشار الاسد کی خونخوار فوج، شیعہ ملیشیا کے درجنوں گروپوں اور روس نے اس شہر کو مکمل کھنڈر بنا دیا ہے۔ چھ ماہ کی بمباری میں اس شہر میں کچھ سلامت نہیں بچا۔ تمام تر حکومتی تنصیبات، اسکولز، مساجد اور ہسپتال ملیامیٹ ہو گئے ہیں۔ ہزاروں افراد شہید اور زخمی ہو گئے ہیں۔ جنہیں شہر سے نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا، کھنڈرات میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہی وہ لاچار قیدی ہیں، جن کے مقابلے میں بشار الاسد نے کامیابی کا اعلان کیا تھا۔ اسدی، ایرانی اور حزب اللہ سمیت

درجنوں شیعہ دہشت گرد کھنڈر بنے حلب میں محصور کھنڈرات میں محصور مظلوم مسلمانوں کے قتل عام، لوٹ مار اور عصمت دری میں مصروف ہوگئے۔ وہ سڑکوں، راستوں اور چوراہوں میں ہر نظر آنے والے انسان کو بلاتحقیق گولی مار دیتے۔ وحشی قاتلوں کے ان جتھوں نے ہسپتال میں داخل ہو کر پہلے تمام ڈاکٹروں، نرسوں اور موجود تمام عملے کو ایک ایک کر کے ہلاک کیا، پھر تمام مریضوں کو اندھادھند گولیاں برسا کر چند منٹوں میں 200 افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ ایرانی اپوزیشن کی خارجہ کمیٹی کے سربراہ محمد محدثین نے اس واقعے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ 'یہ ہماری 'القدس تحریک' کے دہشت گرد تھے، جنہوں نے ہسپتال کے بے بس انسانوں کے قتل عام میں مکمل جرأت اور شجاعت سے بھرپور کارنامہ سرانجام دیا ہے۔' عالمی ماہرین اور تجزیہ کاروں کی طرح روسی دانش وروں نے بھی یہ سوال اٹھایا کہ 'آج کے ترقی یافتہ دور میں اتنی تباہی اور اتنے بڑے پیمانے پر انسانی قتل عام کی قیمت پر صرف ایک شہر پر قبضہ کرنا مناسب ہے؟' یہ منطقی سوال ایسے لوگوں سے پوچھا جائے، جن کے پاس ضمیر ہے۔ وہ انسانیت کو پہچانتے ہوں۔ افسوس کہ شام کے مسلمانوں کے قاتل انسان کی شکل میں چھپے درندے ہیں۔

پیوٹن اور بشار الاسد اسلام کے بہت بڑے دشمن ہیں، مگر ان دونوں کے ہاتھوں شامی مسلمانوں کے قتل عام کا سبب سیاسی مفادات ہیں۔ جب کہ شامی مسلمانوں کے لیے پیوٹن کے علاوہ بشار الاسد، لبنان، حزب اللہ اور ایران کی پاسدران انقلاب زیادہ خطرناک ہیں۔ یہ لوگ سنی مسلمانوں کے قتل عام، تشدد اور عصمت دری کو عبادت سمجھتے ہیں۔ اس لیے ان کی جنگ مذہبی ہے، اور ان کی طرف سے پہنچنے والا نقصان زیادہ ہے۔ شام کی حالیہ جنگ میں حزب اللہ کے تقریباً 3 ہزار اور ایرانی ملیشیا کے 10 ہزار سے زیادہ جنگجو بُری موت کا شکار ہو کر عبرت کا سامان بن چکے ہیں۔ ان کا سارا نظام 'غلط مذہبی تعصب' کی بنیاد پر قائم ہے۔ پاسدران انقلاب کے ایک سربراہ جنرل جواد غفاری نے سقوط حلب سے قبل کہا تھا: 'مشرقی حلب سے کسی کو بھی نہ نکلنے دیا جائے۔ حلب کے تمام مسلمانوں کا اجتماعی قتل عام کیا جائے۔' پھر حلب میں یہی کچھ ہوا۔ اسدی فوج، ایرانی اور لبنانی ملیشیا نے راستوں اور گلیوں میں دیکھتے ہی لوگوں کو مار دینے کا سلسلہ جاری رکھا وہاں ساتھ ساتھ گھروں سے نکال کر لوگوں کو ذبح کر دینے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ سقوطِ حلب کے پہلے دن شہر کے مختلف حصوں میں ملیشیا نے 79 مسلمانوں کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔ جواد غفاری نے اکتوبر 2015 میں شام میں دہشت گردی برپا کرنے والی پاسداران انقلاب کے ایک گروہ اور دیگر فسادی ملیشیاؤں کی کمانڈ سنبھالی تھی، جب شام میں ان ملیشیا کا سربراہ 'حسین ہمدانی' مجاہدین کے ایک راکٹ حملے میں اپنے بُرے انجام کا شکار ہو گیا تھا۔

انسانی حقوق کے بین الاقوامی مبصر انور مالک نے کہا ہے کہ حلب میں اسدی فوج اور ایرانی ملیشیا نے بچوں کے قتل عام اور خواتین کی عصمت دری کا منظم سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس لیے حلب کی لڑکیوں نے اپنے بھائیوں اور والدین سے مطالبہ کیا تھا کہ اسدی فوج اور ملیشیا کے آنے کے وقت انہیں اپنے ہاتھوں سے مار ڈالیں، تاکہ ان وحشیوں کی درندگی سے محفوظ رہ سکیں۔ ان پاکیزہ فطرت لڑکیوں کے والدین اور بھائیوں نے قطر میں موجود مشہور مصری عالم ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی قیادت میں علماء شوریٰ کو خط لکھ کر فتویٰ طلب کیا ہے کہ 'کیا اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عصمت کے تحفظ کے لیے انہیں اپنے ہاتھوں قتل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟' مسلمانوں کے لیے دردناک اور پوری دنیا کے لیے شرم کی بات ہے کہ حلب میں اتنے بڑے پیمانے پر انسانی المیہ سامنے آیا ہے۔ دنیا حلب کے کھنڈرات سے سسکیاں اور پناہ کی آوازیں سن رہی ہے، مگر سب ایسے چپ سادھے ہوئے ہیں، جیسے حلب میں یہ انسانی قتل عام کسی ایسی مخلوق کے خلاف جاری ہے، جس کا دنیا کے انسانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اقوام متحدہ کے رخصت ہونے والے سربراہ بان کی مون نے کہا تھا: 'یہ سچ ہے کہ حلب اپنے شہریوں کے لیے جہنم بن گیا ہے۔'

امن کے ٹھیکیدار امریکا نے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی اور سابق امریکی صدر اوباما نے صرف یہی کہنا کافی سمجھا کہ 'حلب میں بڑے پیمانے پر انسانی قتل عام کا ذمہ دار بشارالاسد، ایران اور روس ہے۔' اوباما کی یہ بات بشارالاسد، ایران یا روس کو ملامت کرنے کے لیے نہیں تھی، بلکہ اس لیے کہ امریکا کو اپنی منافقت اور بدنامی چھپانے کا موقع مل سکے۔ امریکا دنیا کو دکھا سکے کہ ہم حلب میں جاری درندگی کے شدید مخالف ہیں، مگر اسے روکنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ دراصل اوباما کا یہ بیان اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دو بڑی صلیبی طاقتوں کے باہمی اتفاق کی علامت ہے۔ جب 2011 میں شامی عوام بشاری مظالم کے خلاف کھڑے ہوئے تو امریکا نے بہت تاکید سے کہا کہ بغاوت کرنے والوں کی بھرپور حمایت اور بشارالاسد حکومت کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ بہت لوگوں نے ان بیانات سے یہ سمجھا کہ شاید امریکا انقلابیوں کی پشت پناہی کر کے وحشی بشارالاسد کی حکومت گرائے گا، مگر عملی طور پر امریکا کی منافقت ساری دنیا کے سامنے واضح ہو گئی۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ امریکا کا ہدف بشار انتظامیہ کو معطل کرنا نہیں تھا، بلکہ بشاری حکومت کو طول دے کر شام میں طویل خانہ جنگ پیدا کی جائے۔

آغاز میں اپوزیشن کے ساتھ امریکی تعاون کا مقصد بشار مخالفین کو اقتدار تک پہنچانا یا ظالمانہ حکومت کا خاتمہ نہیں تھا۔ امریکی چال کے مطابق اپوزیشن کو مضبوط کر کے بیچ منجدھار چھوڑ دینا تھا۔ جب اپوزیشن کی مزاحمت سے بشارالاسد کی حکومت ملک کے ایک چوتھائی سے بھی کم علاقے تک رہ گئی تو امریکا پیچھے ہٹ گیا۔ اس موقع پر امریکا نے خود کو شام کے حوالے سے غیر جانب دار ظاہر کر دیا، جس کا مقصد شام کی صورتِ حال کو ایران اور روس کے کنٹرول میں لا کر جنگ کی آگ کو مزید بھڑکانا تھا۔ شام میں جاری بشار کی درندگی پر امریکا اور مغربی دنیا کی خاموشی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس صورتِ حال کے سلسلے میں روس اور امریکا کے درمیان اندرونِ خانہ معاملات طے کیے گئے ہیں۔ امریکا شام میں روس سمیت اُس کے شیعہ اتحادیوں کو غالب کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ ایران کی پشت پناہی کے سبب شام میں روس اور عراق میں امریکا کو غلبہ سونپنے کے لیے تمام شیعہ گروہ اِن کافر ملکوں کے ناپاک پیروں کو اپنے مذہبی عقائد کے پانی سے دھو کر پاک کر چکی ہیں۔ ایرانی فوج کے نائب سربراہ جنرل حسین سلامی نے سرکاری چینل 'ارنا' سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے مذموم عقائد کی روشنی میں کہا ہے کہ 'حلب کی فتح یمن اور بحرین کی آزادی کا وسیلہ ہے۔ اور یہ کہ بحرین، یمن اور موصل کے رہائشی بہت جلد آزادی کا جشن منائیں گے۔

ایرانی سیاست اور عزائم کو دیکھتے ہوئے تو شام سمیت پورے خطے کا مستقبل جنگ زدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس بات کا یقین پختہ ہونے لگتا ہے کہ ایران کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے امریکا اور دیگر مغربی ممالک کی نرمی ایک خاص ہدف کے لیے تھی، جس کے نتائج بد دھیرے دھیرے سامنے آ رہے ہیں۔ مغرب بہت چالاکی سے ایران کو سامنے لا کر عرب ممالک حکومتوں اور رہنماؤں کو بدنام کر رہا ہے۔ عرب حکمران کبھی مغرب کے انتہائی قریبی سمجھے جاتے تھے، اب مغربی میڈیا میں ان کے خلاف شدید منفی پروپیگنڈا جاری ہے۔ عربوں کو اُنہی برے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، جن القابات سے ایرانی حکام اور مذہبی پنڈتوں کو پکارا جاتا تھا۔ مشرق وسطی کے حالات جنگ عظیم اول سے قبل اور بعد جیسے نظر آتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلی جنگ کے دوران منصوبہ ساز تو تیں فرانس اور برطانیہ تھیں، جنہوں نے خلافت عثمانیہ کے ترکوں اور شریفِ مکہ کی قیادت میں عربوں کو باہم لڑا کر خلافت کو ختم کیا تھا۔ اس بار منصوبہ امریکا اور روس کا ہے، جس کا مقصد تمام شیعوں کو ایران کی قیادت میں منظم کیا ہے، تاکہ مشرق وسطی کے تمام سنی ممالک کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکائی جائے۔ حیرت کی بات ہے کہ ایران جیسا بظاہر عقل مند ملک انتہا درجے کی بدعقلی کا شکار ہوا پڑا ہے۔ روس اور امریکا کو سمجھ لینا چاہیے اگر موجودہ جنگ اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کا سلسلہ نہ ختم کیا گیا تو ہر کھلے کافر اور اسلام کے پردے میں چھپے ہوئے ہر باطل نے دجال کی پیروی ترک نہ کی تو اُنہیں بھی دجال سمیت زندگی جینے کا موقع نہیں مل سکے گا۔

انقلاب اور اس کے تقاضے

ملا محمود

شاید سب سے زیادہ غلط فہمیاں انقلاب کے مفہوم سے متعلق ہی پائی جاتی ہیں۔ ہر کوئی اپنے زاویہ خیال کے مطابق اس کی تشریح کرتا اور اسے اپنا مفہوم پہناتا ہے۔ ان سب کو پڑھ کر قدرِ مشترک یہ نکلتی ہے کہ ایک پرانی چیز کی جگہ نئی چیز لے آنے کو انقلاب سمجھا جارہا ہے۔ اس تبدیلی میں یہ نہیں دیکھا جارہا کہ نئی چیز بہتر ہوگی یا نہیں اور یہ بھی کہ انقلاب آنے کے بعد اس کے تقاضے کیا ہوں گے؟ غالبا انقلاب کے مفہوم و معنی سے متعلق یہی سب سے بڑی غلط فہمی ہے، جو تمام نکتہ ہائے نظر کے حاملین کے ہاں پائی جاتی ہے۔ فی زمانہ انقلاب کے معنی میں اتنی توسیع سے کام لیا گیا ہے کہ کسی بھی شعبہ زندگی میں تبدیلی لانے کو انقلاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلا صنعت و حرفت، زراعت، ثقافت، معیشت اور سیاست و حکومت کے شعبوں میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں تو اسے صنعتی، زرعی، ثقافتی، معاشی اور سیاسی انقلاب کہا جارہا ہے۔ روس میں معیشت کے شعبے میں تبدیلیاں کی گئیں تو اسے باقاعدہ 'انقلاب روس' کہاجانے لگا۔ فرانس میں نظام سیاست و حکومت میں کچھ تبدیلیاں ہوئیں تو 'انقلاب فرانس' کے نام سے مشہور ہوا۔ حتیٰ کہ کوئی فوج کسی ملک پر بزور بازو قبضہ جما لے تو اسے بھی 'فوجی انقلاب' کہا جاتا ہے۔ حالانکہ فوج کے اقتدار پر قبضے سے نظام میں تبدیلی نہیں آتی، صرف چہرے تبدیل ہوتے ہیں۔ غرض ہر شعبے کے لیے الگ الگ انقلاب کی اصطلاح استعمال ہونے لگی ہے۔ ایسے میں انقلاب کا اصل معنی و مفہوم دھندلا کر رہ گیا ہے۔

انقلاب کا لفظی معنی ہے تبدیلی لانا، الٹ جانا۔ اصطلاح میں تمام شعبہ ہائے زندگی کے بنیادی ڈھانچوں میں کلی طور پر شریعتِ اسلام کے مطابق تبدیلی لانے کو 'انقلاب' کہتے ہیں۔ اجتماعی زندگی کے عناصرِ ثلاثہ معیشت، معاشرت اور سیاست و حکومت میں تبدیلی لا کر باشندگان ملک و ملت کے لیے آسانیاں فراہم کرنا ہی اصل انقلاب ہے۔ جب ہم اس معنی میں دیکھتے ہیں تو دنیا میں برپا مد و جزر اور تغیّر کو انقلاب کا نام ناقص طور پر دیا گیا ہے۔ مکمل انقلاب وہ ہے، جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بپا کیا۔ جن حالات میں یہ انقلاب برپا کیا، ان کا مطالعہ ہی رونگٹے کھڑے کر دینے والا ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں خدا بیزاری، نفس پرستی، ظلم و تعدی اور فساد و بگاڑ کا عروج تھا۔ تہذیب و تمدن سے ناآشنا، اخلاق و آداب سے عاری انسانیت کا قافلہ بے سمت منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ ہر شعبہ زندگی میں انحطاط و تنزل تھا۔ جب ایسے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو انہوں نے اپنے انقلابی پروگرام کے ذریعے اس غیر متمدن معاشرے سنوار دیا۔ یہ وہ معاشرہ تھا، جسے درست کرنے کی تمام کوششیں بے کار ہو چکی تھیں۔ جنہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا چہرہ مسخ کر کے اپنی خواہشات کو دین بنالیا تھا۔ جنہوں نے شقاوت کی تمام حدود پار کر لی تھیں۔ اسی معاشرے نے حضور ﷺ تعلیمات کو قبول ہی نہیں کیا، بلکہ ان کی حفاظت میں جان مال اور وقت اس دیدہ دلیری کے ساتھ صرف کیا، کائنات کی تاریخ میں جس کی مثال نہیں ملتی۔

کسی بھی انقلابی جدوجہد کے لیے سب سے پہلے اور زیادہ ضروری کام نصب العین کا تعین ہے۔ بے سمت سفر کبھی بھی بارآور نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ کے سامنے اعلیٰ و ارفع مقصد اور متعین نصب العین تھا، جس کی بنیاد پر آپ ﷺ نے اپنے پروگرام کا آغاز کیا۔ اس کے برعکس آپ ﷺ کے مخالفین کے پاس کوئی واضح پروگرام تھا اور متعین نصب العین نہیں تھا۔ کچھ مخالفین خاندانی عداوت کے لیے، کچھ اپنی سرداری جتانے کے لیے، جب کہ کچھ حسد و بغض کی وجہ سے آپ ﷺ کے مخالف بن گئے تھے۔ جب ہم موجودہ دور میں بھی دیکھتے ہیں کہ مختلف ممالک میں مختلف مقاصد کے لیے جس جدوجہد کو انقلاب کا نام دیا گیا، اس کے سامنے بھی کوئی واضح مقصد اور نظریہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اقتدار پر قبضہ ہے، مزید کچھ نہیں! مشرق وسطیٰ میں انقلاب کے نام پر عالمی قوتوں کی سرپرستی میں جو انارکی اور دہشت گردی پچھلی دو دہائیوں سے جاری ہے، یہ اس کی واضح مثال ہے۔ وہی خرابیاں انقلاب کے بعد بھی نظام کا حصہ ہیں، جو انقلاب سے پہلے تھیں۔ گویا مقصد یہ ہوتا ہے کہ برائیاں بے شک ہوتی رہیں، لیکن ہماری سرپرستی میں۔

ایک لمحے کے لیے سوچیں کہ انقلاب کا معنی ہی اگر یہ سمجھ لیا جائے تو ایسے انقلاب سے خیر کی کیا توقع رکھی جا سکتی ہے؟ انقلابی جدوجہد کو بارآور بنانے کے لیے دوسری اہم چیز 'تنظیم' ہے۔ تنظیم کے بغیر انقلاب لانے کے دعوے تو ہو سکتے ہیں، لیکن نتیجہ صفر ہی ہوگا۔ امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مکی دور میں تنظیم پیدا کی اور تنظیم کے اراکین میں وہ صفات پیدا کیں، جو انقلاب کے لیے ضروری تھیں۔ مدنی دور میں اسی تنظیم کے ذریعے انقلاب لایا۔ تنظیم کے لیے ضروری ہے کہ اراکین کے درمیان وحدتِ فکر و عمل ہو۔ اگر تنظیم کے اراکین کے درمیان وحدتِ فکر و عمل نہیں ہے تو جدوجہد کی کامیابی قریب ناممکن ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ تنظیمی اراکین کو ایسے نکتے پر جمع کیا جائے، جس پر پوری فکری عمارت کھڑی ہو۔ اسی سانچے میں رفقائے انقلاب کو ڈھالا جائے۔ ہماری نظر میں عقیدہ توحید ہی ایک ایسا نکتہ ہے، جس پر اس انقلاب کو پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ یہی آپ ﷺ کی انقلابی جدوجہد کا نکتہ آغاز و اختتام تھا۔ محض جذباتیت اور ذاتی رائے انقلابی جدوجہد کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔

ہلمند کے تازہ جہادی حالات

احمد مختار

ہلمند افغانستان کے 34 صوبوں میں سب سے بڑا ہے۔ اس کا رقبہ اکسٹھ ہزار آٹھ سو سولہ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ صوبہ افغانستان کے جنوب میں واقع ہے۔ جس کے شمال مشرق میں قندھار، مغرب میں نیمروز اور شمال میں اروزگان واقع ہیں۔ ہلمند 3000 سال قبل مسیح کی تاریخ رکھتا ہے۔ اس کا 'بست' نامی شہر سلطان محمود غزنوی نے بسایا تھا۔ اس کا مرکزی دروازہ اب بھی اس دور کی شان و شوکت کی غماضی کرتا ہے۔ یہ شہر غزنوی حکومت کا دوسرا دارالخلافہ تھا، مگر جب علاؤالدین جہان سوز نے غزنی کو جلایا تو اس نے 'بست' کو بھی تباہ کر دیا۔ بست میں اسکندر مقدونی نے بھی ایک مضبوط قلعہ بنایا تھا، مگر یہ سب کچھ چنگیز خان نے تباہ کر ڈالا۔ جو بچی کچھی آبادی تھی یا بعد میں آباد ہوئی، وہ تیمور لنگ نے ختم کر دی۔ جب حبیب اللہ خان کی اس جانب توجہ ہوئی تو انہوں نے اس کی آبادکاری کے لیے اچھے اقدامات کیے تھے۔ ہلمند علمی لحاظ سے بڑے محدثین اور علمائے کرام کا مرکز بھی رہا ہے۔ امام ابن حبان بستی، امام ابوداؤد سجستانی اور علم فقہ، حدیث، تفسیر، اصول فقہ اور دیگر علوم کے بہت سے معروف علماء اسی علاقے میں پیدا ہوئے۔ ہلمند نے بیرونی جارحیت کے مقابلے میں ہر دور میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ یہ صوبہ روسی جارحیت کے خلاف جہاد کے اہم مورچوں میں سے ایک سمجھا جاتا تھا، جہاں 'نسیم اخوندزادہ' جیسے نامور جہادی سپوت موجود تھے۔

افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد ہلمند جہاد کا سب سے گرم محاذ رہا ہے۔ خود امریکی اعداد و شمار کے مطابق سب سے زیادہ بیرونی فوجی اس صوبے میں ہلاک ہوئے ہیں۔ ہلمند میں 8 ہزار برطانوی اور 20 ہزار امریکی فوجی موجود تھے، مگر اس کے باوجود پسپائی کا پہلا قدم یہیں اُٹھا۔ امریکی جارحیت کے 16 سال بعد بھی ہلمند جہاد کا مستحکم اور مضبوط محاذ ہے۔ امریکا نے یہاں سے تین سال قبل اپنی فوج نکال لی تھی۔ اب یہاں ایک بار پھر مجاہدین کی مضبوطی کے باعث اپنی فوج بھیجنے کے لیے پس سوچ و بچار کر رہے ہیں۔ امریکا ہلمند میں اپنا اڈا بنانے کا حوصلہ رکھتا ہے اور نہ ہلمند کو خالی کرنا چاہتا ہے۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ جہاں بھی امریکی فوج کا ساتھ نہیں ہوگا، وہاں کی کٹھ پتلی انتظامیہ ایک لمحے کے لیے بھی مجاہدین کا مقابلہ نہیں کر پاتی۔ اب ہلمند کے 10 اضلاع مجاہدین کے زیر کنٹرول ہیں۔ ہلمند کا مرکز لشکرگاہ شہر اور کچھ اضلاع کے مراکز بھی مجاہدین کے محاصرے میں ہیں۔ اب جب کہ موسم بدل رہا ہے تو مجاہدین ہلمند میں امریکی جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں پر حملوں کے نئے پلان بنا رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے یہاں موجود بیرونی اور اندرونی دشمن شدید پریشانی کا شکار ہے۔ بسا اوقات گھبراہٹ میں عوامی آبادیوں پر بمباری کر دیتا ہے، جس سے بہت زیادہ جانی و مالی نقصان ہوتا ہے۔ عبدالجبار قہرمان کمیونسٹوں کا رہ جانے والا واحد وارث ہے، جس نے ابھی امریکا کا دامن تھام رکھا ہے۔ کابل انتظامیہ کا یہ واحد آسرا ہے، جس سے امریکا اور کابل انتظامیہ نے امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ جب یہاں امریکا کا مشہور فور سٹار جنرل سٹینلے میک کرسٹل بھی مجاہدین کا مقابلہ نہ کر سکا تو ایک ایکسپائر اور حوصلہ ہارا ہوا کمیونسٹ جنرل کیا جوہر دکھا سکے گا؟ ہلمند میں کابل انتظامیہ کے خلاف مجاہدین کی کامیاب مزاحمت کی بڑی وجہ عوام کا وسیع پیمانے پر مجاہدین سے تعاون ہے۔ وہ ہر طرح کی مشکلات میں مجاہدین کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ جان و مال سے مجاہدین کا ساتھ دیتے ہیں۔ اگر ہلمند میں جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں کے خلاف ایسے ہی مزاحمت جاری رہی تو بعید نہیں کہ صوبائی مرکز کی فتح سے پورا صوبہ مجاہدین کے کنٹرول میں آجائے۔

کابل میں کامیاب حملے

معین احمد

گزشتہ ماہ مجاہدین نے دارالحکومت کابل میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے تین اہم فوجی مراکز کو نشانہ بنایا۔ جس میں دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصان پہنچا تھا۔ مذکورہ تین فوجی مراکز میں سکیورٹی کا دفتر، بھرتی کا مرکز اور اہم انٹیلی جنس مرکز شامل تھے۔ ان فدائی حملوں کی منصوبہ بندی امارت اسلامیہ کے عسکری کمیشن کے تعلیم یافتہ فوجی ماہرین نے کی تھی۔ 7 فدائی مجاہدین نے دشمن کے اہم مراکز کو نشانہ بنا کر غیر معمولی کامیاب کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان تینوں مراکز میں دشمن کے 173 سکیورٹی اہل کاروں اور انٹیلی جنس حکام کو ہلاکت اور گہرے زخموں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان حملوں کے لیے بہت مناسب اور اہم وقت مقرر ہوا تھا۔ یہ حملہ تب کیا گیا، جب تمام فوجی اور انٹیلی جنس حکام اپنے دفاتر میں موجود تھے۔ دوپہر ساڑھے بارہ بجے کارروائی شروع ہو کر شام 6 بجے تک جاری رہی۔

کابل شہر میں حکومت کے فوجی اہداف پر یہ تابڑتوڑ حملے قندوز میں امارت اسلامیہ کے اہم فوجی رہنما اور گورنر ملا عبدالسلام بریالی کی شہادت کے ایک دن بعد کیے گئے۔ امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے حواریوں کے ہاتھوں قندوز میں ملا عبدالسلام کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تھا۔ دشمن نے اس شہادت کو بڑی کامیابی قرار دیتے ہوئے اعلامیہ جاری کیا کہ 'مجاہدین اب مزید مزاحمت کا راستہ ترک کر کے منتخب حکومت کے ساتھ وفاداری کا اعلان کریں۔' تاہم مجاہدین نے قابض قوتوں کے فوجی کمانڈر جنرل نکلسن کو ان کے اظہار خیال کا عملی طور سے واضح جواب دیا۔ مجاہدین ان کے تمام سکیورٹی اور انٹیلی جنس اداروں کو چیلنج دے آئے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان نے ایک رسمی اعلامیہ جاری کر کے جنرل جان نکلسن سے کہا ہے کہ: 'آپ مجاہدین کو مخاطب کرنے اور انہیں ایک اور موقع دینے کے مستحق نہیں ہیں۔ کیوں کہ آپ قابض، غاصب اور حملہ آور ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ افغان عوام نے ہر وقت غیر ملکی حملہ آوروں کو اعصاب شکن شکست دی ہے۔ اپنے ملک سے ذلت آمیز طریقے سے بھاگنے پر مجبور کیا ہے۔ افغان عوام آپ کو برطانوی سامراج اور سوویت یونین کی باقیات سمجھتے ہیں۔ وہ اللہ کی مدد اور جہاد کے ذریعے آپ کو اپنی مقدس سرزمین سے نکال باہر کریں گے۔ ملا عبدالسلام بریالی کی شہادت ہمارے لیے ناکامی اور پشیمانی کی بات نہیں، بلکہ ہمارے لیے باعث فخر اور ایسی کامیابی ہے۔ اس شہادت سے افغان عوام کے دلوں میں آپ کے خلاف مزید انتقام پیدا ہوگا۔ مجاہدین کے جذبۂ جہاد میں تازگی آئی ہے۔ ملا عبدالسلام اور ان کے ساتھیوں کو معاشرے میں مزید مقبولیت ملی ہے۔ دشمن کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم لوگ شہادت سے اس سے زیادہ محبت کرتے ہیں، جس طرح آپ کو فانی زندگی سے محبت ہے۔ یہ صرف جذبات نہیں بلکہ وہ حقیقت ہے، جس کا دشمن کو آئے روز سامنا ہے۔

کابل شہر میں سکیورٹی لحاظ سے سخت ترین حفاظتی اقدامات کے پیش نظر چیک پوسٹیں اور کیمرے نصب ہیں۔ اس کے باوجود ایسے کامیاب حملوں کی منصوبہ بندی اور ان پر عمل درآمد عسکری لحاظ سے معمولی بات نہیں ہے۔ سات فدائی مجاہدین کی ٹیم کو دھماکہ خیز مواد سے بھری گاڑی فراہم کر کے مطلوبہ ہدف تک پہنچانا کابل جیسے شہر میں تقریباً ناممکن ہے، لیکن ان تمام رکاوٹوں اور سخت سکیورٹی انتظامات کے باوجود مجاہدین بآسانی اپنے اہداف تک پہنچ کر کامیاب کارروائی کرتے ہیں۔ یہ محض ایک جہادی معجزہ ہے۔ یہ حملہ مستقبل میں مجاہدین کو مزید حملوں کا حوصلہ دیتا ہے۔ اس سے دشمن کے مورال پر مزید منفی اثر پڑے گا۔

جرس

کابل کے جھوٹے حکام!

کسی وقت کابل میں تنظیموں کی باہمی خانہ جنگی اور خونریز اختلافات عروج پر تھے۔ جمعیت اسلامی اور حزب اسلامی کے ترجمانوں 'عزیز مراد اور قریب الرحمن سعید' ہمیشہ اپنی تنظیموں کے مسلح اہل کاروں کے خونریز حملوں کا دفاع کرتے تھے۔ بین الاقوامی میڈیا کو انٹرویو دیتے وقت حقائق سے چشم پوشی اختیار کرتے تھے۔ اپنے جرائم پیشہ عناصر کے مظالم 'لاشوں پر رقص، عوام کا قتل عام، کتوں کے ذریعے راہ گیروں کو کاٹنا، کابل شہر میں اجتماعی قتل عام کے پے در پے واقعات، کابل میں خواتین کو جنسی تشدد کا نشانہ بنانا' اور اسی طرح کے دیگر انسانیت سوز مظالم کو جھوٹ اور افواہ قرار دیتے تھے۔ انہوں نے جھوٹ بولنے میں خاصی شہرت اختیار لی تھی۔ اب عوام ان کی باتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔ تب مرکزی حکومت تھی اور نہ ہی انہیں غیر ملکی حملہ آوروں کی حمایت حاصل تھی، بلکہ وہ خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ اس لیے ان میں سے ہر ایک اقتدار کے حصول کے لیے خون بہارہا تھا۔ موجودہ حکمران اپنی حکومت کو قانونی قرار دیتے ہیں۔ ملک میں آئین کی حکمرانی اور قومی فوج کی تشکیل کو اہم کارنامہ سمجھتے ہیں۔ خطے کے دیگر ممالک کے ساتھ مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ افغانستان کے ایک خودمختار ملک کے دعوے دار ہیں۔ 48 ممالک کی افواج ان کی پشت پر کھڑی ہے۔ اس کے باوجود اس حکومت کے گورنر، مختلف محکموں کے ترجمان، سیاسی اور فوجی حکام ہر کوئی جھوٹ پر زندگی گزار رہا ہے۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے: 'من عرف بالكذب فصدقه يكون كذبا'

" جب کوئی شخص جھوٹا مشہور ہو جاتا ہے، پھر لوگ اس کی سچ باتوں کو بھی جھوٹ سمجھتے ہیں۔" کابل حکام خود کو معاشرے کا مہذب فرد سمجھتے ہیں۔ ان کی جانب سے اس طرح کی من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی خبروں کی اشاعت باعث شرم ہے۔ عوام حقیقت بخوبی جانتے ہیں۔ اب عوام ان کی باتوں پر اعتماد نہیں کرتے۔ امریکا اور نیٹو میں شامل دیگر ممالک کے حکام پہلے سے جھوٹ کے عادی ہیں۔ ان کی حکومتوں کی بنیادیں جھوٹ پر رکھی گئی ہیں۔ اگر وہ جھوٹ بولتے ہیں تو اس کی پرواہ نہیں کرتے، کیوں کہ جھوٹ ان کی جمہوریت کے اصولوں سے متصادم نہیں ہے۔ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے جھوٹ بولنا ان کے نزدیک کوئی جرم نہیں، بلکہ سیاست ہے۔ امریکا نے قندوز میں ہسپتال پر بمباری کر کے جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے اعلان کیا کہ مرنے والے تمام افراد مجاہدین تھے۔ اسی طرح وہ شادی کی تقریبات، گھروں اور مساجد پر فضائی حملے میں خواتین، بچے اور بوڑھے شہید کر کے اعلان کر دیتا ہے کہ فضائی حملوں میں اتنے دہشت گردوں کو مارا گیا۔ حیرت انگیز طور پر جب امریکا کسی شہری آبادی پر بمباری کر کے عام شہریوں کو قتل کرتا ہے تو کابل انتظامیہ اور وہاں کے گورنر بڑی دلیری سے اعلامیہ جاری کرتے ہیں کہ اس حملے میں خواتین، بچے اور بوڑھے نہیں، بلکہ دہشت گرد مارے گئے ہیں۔ جب 'UNAMA' کی جانب

سے اس حملے میں عام شہریوں کے جاں بحق ہونے کا اعتراف کر کے اعلامیہ جاری ہوتا ہے تو اس کے بعد اپنے آقا کی اطاعت کرتے ہوئے کابل انتظامیہ بھی چند دن بعد اعتراف کر لیتی ہے کہ جاں بحق ہونے والے افراد عام شہری تھے، لیکن کابل انتظامیہ کے لیے یہ اعتراف باعث شرم ہے۔

حال ہی میں صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں امریکی طیاروں کی بمباری میں خواتین، بچے اور بے گناہ لوگ شہید کر دیے گئے۔ جب میڈیا پر اس کی رپورٹ شایع ہوئی تو ہلمند کے گورنر نے اس سے صاف انکار کر دیا اور ہنگامی پریس کانفرنس میں بر ملا اعلان کیا کہ جاں بحق ہونے والے تمام افراد دہشت گرد ہیں۔ جب غیر ملکیوں نے بے گناہ افراد کی شہادت کی تصدیق کر دی تو انہوں نے بھی اعتراف کر لیا۔ بین الاقوامی میڈیا کے مطابق صوبہ ہلمند کے گورنر نے ضلع سنگین میں فضائی حملے میں مارے جانے والے تمام افراد کو 'دہشت گرد' قرار دیا تھا، لیکن UNAMA کی رپورٹ کے بعد اعتراف کر لیا کہ جاں بحق افراد میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ امریکا نے جمعہ کی شب صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں مقامی آبادی پر اندھی بمباری کر کے گھروں اور مسجد کو تباہ کرنے کے علاوہ 26 افراد کو شہید اور 5 کو زخمی کر دیا۔

اس وقت صوبہ ہلمند کے گورنر حیات اللہ حیات نے اس واقعے پر ایک دن کی خاموشی کے بعد عام شہریوں کی ہلاکت کو سختی سے مسترد کر دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ بمباری میں مارے جانے والے تمام افراد دہشت گرد تھے، جن میں غیر ملکی جنگجوؤں کے علاوہ 8 مجاہدین کمانڈر بھی مارے گئے ہیں۔ اسی طرح صوبہ ہلمند کے سرکاری دفتر سے جاری بیان میں ضلع سنگین میں سوشل میڈیا میں شایع ہونے والی عام شہریوں کی ہلاکتوں کی تصاویر کو جعلی قرار دیا گیا تھا۔ اس کے بعد افغانستان میں اقوام متحدہ کے امدادی مشن 'UNAMA' نے اس حملے میں سویلین ہلاکتوں کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ کم از کم 18 خواتین اور بچے اس بمباری میں جاں بحق ہوئے تھے۔

یوناما کی تصدیق کے بعد صوبہ ہلمند کے حکام نے شہری ہلاکتوں سے متعلق تازہ ترین تبصرہ کیا۔ ہلمند گورنر کے ترجمان عمر زواک نے پژواک خبر رساں ادارے سے گفتگو کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ بمباری میں عورتوں اور بچوں سمیت متعدد عام شہری جاں بحق ہو گئے تھے۔ یہ پہلی بار نہیں ہے، بلکہ اس سے قبل بھی متعدد بار حکام نے قوم سے جھوٹ بولا ہے۔ جب بھی غیر ملکی قابض قوتوں نے مظلوم و محکوم عوام پر بمباری کی ہے اور اس میں خواتین، بچے اور بوڑھے شہید ہوئے ہیں تو فوراً حکام نے بڑی بے شرمی سے اعلان کیا ہے کہ اس واقعے میں اتنے دہشت گرد مارے گئے ہیں۔ چند دن بعد پھر اقوام متحدہ اور دیگر اداروں کی جانب سے اعترافی بیان سامنے آتا کہ اس واقعے میں اتنے عام شہری جاں بحق ہوئے، جس کے بعد حکام بھی شہری ہلاکتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

جب حکمرانوں کا جھوٹ ثابت ہوا، خواتین اور بچوں کو دہشت گرد قرار دیا تھا تو کوئی ہے، جو غریب عوام کی آنکھوں سے آنسو صاف کرے۔ ان کے زخموں پر مرہم رکھے۔ ہلمند کے معصوم شہداء کے قاتلوں کو پکڑ کر عدالت کے کٹہرے میں کون کھڑا کرے گا؟ عوام کی توقعات حکمرانوں سے وابستہ ہیں، لیکن جب حکمران خود اپنے عوام کے قاتل اور چور بن جائیں تو پھر غریب عوام اپنا مقدمہ کہاں پیش کریں؟

امریکی موجودگی مسائل کی جڑ ہے

ابوظہیر

گیارہ ستمبر کے واقعے کے بہانے امریکی جارحیت کے بُر نتائج کا سامنا پورے خطے کو کرنا پڑ رہا ہے۔ امریکی طاغوت کبھی بھی مسلمان کا خیر خواہ نہیں رہا۔ اسے صرف اپنے شیطانی مفادات عزیز ہیں۔ اسی لیے پورے خطے پر بے چینی اور بدامنی مسلط کی گئی ہے۔ استعمار جانتا ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے غم، درد اور خوشی میں شریک ہوتے ہیں۔ امریکا چاہتا ہے کہ خطے کے مسلمانوں کے دلوں سے آپس کا اتحاد و اتفاق اور ہمدردی کا جذبہ ختم ہو جائے، تاکہ وہ امریکا کی طویل عسکری موجودگی کے لیے چیلنج نہ بن سکیں۔ یہ بات واضح ہے کہ امریکا دنیا میں سب سے بڑا دہشت گرد اور ظالم ہے، جو دہشت گردی پیدا کر رہا ہے۔ دن رات مسلمانوں پر بم گراتا ہے۔ جس میں بلا تفریق بڑے، بچے، خواتین اور مرد سب شہید ہوتے ہیں۔ جس سے دہشت گردی کے اسباب اور وجوہات کو مزید تقویت ملتی ہے۔ مگر پھر بھی ایسا کوئی نہیں ہے، جو امریکا کے خلاف آواز بلند کرے۔

موجودہ اندوہ ناک حالات سامنے لانے میں بھی خود مسلمان حکام کی غفلت اور بے پراوئی کا کردار بہت اہم ہے۔ سیاسی امور کے مبصرین کے مطابق اب بھی وقت ہے کہ خطے کے حکمران متحدہ محاذ بنا کر امریکی جارحیت پسند کو افغانستان سے اپنی فوج نکالنے پر مجبور کریں۔ ان کے مطابق جب تک امریکا افغانستان میں موجود ہے، تب تک پورا خطہ بے قراری اور بدامنی کا شکار رہے گا۔ امریکا کے عزائم یہ ہیں کہ وہ علاقائی اقوام کے درمیان نفاق اور جھگڑوں کے بیج بو کر بدامنی اور فسادات کی نئی آگ بھڑکا دے۔ اس بات کا ادراک کرنے کی شدید ضرورت ہے کہ افغانستان اور خطے کی خوش حالی، تحفظ، ترقی اور مستقبل کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ افغانستان میں امریکی موجودگی ہے۔

امریکا کو دلیل و منطق اور باہمی اتحاد کے ذریعے اس بات پر مجبور کیا جائے کہ افغانستان سے فوری طور پر نکل جائے، وگرنہ پورا خطہ امریکی مداخلت کے باعث ایسے مسائل اور مشکلات کا شکار ہو جائے گا کہ کسی بھی قوم اور ملک کو اس سے نکلنے کی فرصت اور موقع نہیں ملے گا۔ جب کہ امریکا اس خطے میں یہی فاسد نیت لے کر آیا ہے۔ وہ خطے میں جنگوں اور فسادات کے ذریعے اپنے مفادات کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ خطے کے ممالک امریکا کے برے ارادوں کو ناکام بنانے کے لیے امریکی خواہشات کی تکمیل سے دست بردار ہو جائیں۔ اسی میں پورے خطے کی بھلائی، خوش حالی اور ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔

افغانستان جنوری 2017 میں

احمد فارسی

نوٹ: اس تحریر میں صرف دشمن کے اعتراف کردہ واقعات و نقصانات پر مشتمل رپورٹ مرتب کی گئی ہے۔ مزید اعداد و شمار کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔

اگرچہ ماہِ جنوری میں موسم سرما کا آغاز ہوا تھا، تاہم جہادی کارروائیاں موسم بہار کی طرح زور و شور سے جاری تھیں۔ مجاہدین کی فتوحات نغمے ہر سو گونج رہے تھے۔ اپنی کامیابیوں اور فتوحات کا سلسلہ حیرت انگیز طور پر بدستور برقرار رکھا گیا تھا۔ ماہ نومبر میں بھی غیر ملکی قابضین اور ان کی کٹھ پتلی فورسز کے خلاف مجاہدین کے شدید حملے مسلسل جاری رہے، جس سے دشمن کو اندازے سے بڑھ کر جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔

قابض دشمن کا جانی نقصان:

قابض دشمن نے جنوری 2017 میں مجاہدین کے حملوں کے خوف سے اپنے مراکز اور اڈوں تک محدود ہو کر خود کو مجاہدین کے حملوں سے محفوظ رکھ سکے تھے۔ دشمن نے صرف ایک بار صوبہ فراہ جانے کی کوشش کی، لیکن چند دن نہیں گزرے تھے کہ واپس اپنے پناہ گاہ میں پہنچ گیا۔ اگرچہ دشمن اپنے مراکز سے باہر نہیں نکلتا ہے، مگر وہ تب بھی مجاہدین کے حملوں سے نہیں بچ پایا۔ ان حملوں میں دشمن کو پہنچنے والے جانی نقصان کی صحیح تعداد کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں کہا جا سکا۔

دشمن کا مالی نقصان:

10 جنوری کو گورنر قندھار کے دفتر میں ایک زوردار دھماکہ ہوا، جس میں نائب گورنر، خارجہ امور کے سربراہ، صوبہ فاریاب کے سینیٹر، جوزجان کے رکن پارلیمنٹ اور امریکا میں ایک افغان سفارت کار ہلاک اور کئی دیگر اہم رہنما زخمی ہوگئے۔ یہ دھماکہ کٹھ پتلی انتظامیہ کے اندرونی اختلافات کا نتیجہ تھا، جب کہ امارت اسلامیہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

عمری آپریشن:

عمری آپریشن کے نتیجے میں مختلف افغان علاقوں میں مجاہدین نے قابل ذکر فتوحات حاصل کی ہیں۔ کابل انتظامیہ کی وزارت دفاع کے ترجمان نے 23 جنوری کو ایک رپورٹ شایع کی، جس کے مطابق گزشتہ دس مہینوں میں مجاہدین کی جانب سے کٹھ پتلی حکومت کی سکیورٹی فورسز پر 19 ہزار چھوٹے بڑے حملے کیے گئے۔ رپورٹ کے مطابق کٹھ پتلی حکومت کی جانب سے مجاہدین کے خلاف صرف 700 کارروائیاں کی گئی ہیں۔ واضح رہے کٹھ پتلی انتظامیہ نے ہمیشہ افغان عوام کے خلاف اپنی کارروائیوں کو مجاہدین کے خلاف آپریشن کا نام دیا ہے۔ ماہ جنوری میں بھی قابض دشمن اور اس کے حواریوں کے خلاف مجاہدین نے سیکڑوں کارروائیاں کی ہیں۔ 10 جنوری کو صوبہ ہلمند کے دارالحکومت لشکر گاہ میں قومی سلامتی کے سربراہ کے گھر میں ایک اجلاس جاری تھا، جس میں حکومت کے اہم کمانڈر اور حکام شامل تھے۔ وہاں مجاہدین نے حملہ کیا۔ جس میں دشمن کے کئی مشہور کمانڈر اور اعلیٰ حکام ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اسی روز کابل میں بھی دو بم دھماکے ہوئے، جن میں انٹیلی جنس کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ 30 جنوری کو مجاہدین نے صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین پر شدید حملہ کیا، جس میں دشمن کے بہت سے اہم رہنما اور کمانڈرز ہلاک اور زخمی ہوئے۔ کئی علاقوں پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ اس حملے نے دشمن کو ہلا کر رکھ دیا۔ رات کے اندھیرے میں کابل سے ایگزیکٹو

ڈائریکٹر سمیت کئی دیگر رہنماؤں نے اس علاقے کا خفیہ دورہ کیا، تاکہ اپنے فوجیوں کو حوصلہ دیں۔ کیوں کہ اس حملے سے سکیورٹی اہل کاروں کے حوصلے بہت پست ہو گئے تھے۔

کابل انتظامیہ عام شہریوں کی قاتل:

قابض دشمن اور اجرتی فورسز کی جانب سے بے بس اور نہتے عوام پر ستم اور غیر عدالتی قتل عام کا سلسلہ ختم نہیں ہوا، بلکہ لسانی اور علاقائی انتقام لینے کے ساتھ ساتھ یہ ہولناک طریقہ مزید وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے شائع رپورٹ کے مطابق گزشتہ ایک سال کے دوران شہری ہلاکتوں میں اضافہ ہوا ہے، جس میں 77 فیصد کی ذمہ دار امریکی فوج، 12 فیصد امارت اسلامیہ اور دیگر تمام افراد کے قتل عام کا ذمہ دار داعشی گروہ ہے۔ جنوری میں بھی بہت سے ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں، جن میں عام شہریوں کو شہید، زخمی اور ہراساں کیا گیا۔ یکم جنوری کو میڈیا نے رپورٹ شائع کی کہ صوبہ غزنی میں سکیورٹی فورسز کے یونٹ 203 سربراہ نے ایک عورت کو اغوا کر لیا تھا۔ ایسا پہلی بار نہیں ہوا، بلکہ اسی کمانڈر کے مسلح اہل کاروں کی جانب سے کئی بار عورتوں کو اغوا اور ان پر جنسی تشدد کے واقعات سامنے آئے ہیں۔ 4 جنوری کو صوبہ غزنی کے علاقے قرہ باغ میں سکیورٹی فورسز نے کابل یونیورسٹی کے ایک طالب علم کو اس جرم کی پاداش میں تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا کہ اس کے والد نے اپنے گھر پر مجاہدین کی دعوت کی تھی۔ اس کے بعد ہفتے کے روز 7 جنوری کو صوبہ بغلان کے ضلع تالہ برفک میں مقامی اہل کاروں نے کوئلے کی کان میں کام کرنے والے 13 افراد کو شہید کر دیا۔

امریکی فوج نے 12 جنوری کو معلومات سامنے لائیں کہ انہوں نے نومبر 2016 میں 33 عام شہریوں کو اپنے دفاع کی خاطر قتل کیا تھا۔ اس حوالے سے ان سے کوئی وضاحت طلب نہیں کر سکتا۔ فوج نے ان بے گناہ شہریوں کو قندوز میں سفاکانہ بمباری کے دوران قتل کیا تھا۔ تب دعوی کیا گیا تھا ہلاک ہونے والے تمام افراد مجاہدین ہیں۔ 12 جنوری کو امریکی فوج نے اپنے تربیت یافتہ افغان اہل کاروں کے تعاون سے صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل میں ایک قبائلی رہنما کے گھر پر چھاپہ مارا، جس میں چھ افراد کو شہید اور چھ دیگر کو حراست میں لے لیا۔ فوج نے اپنے اس جرم کو جواز فراہم کرتے ہوئے کہا کہ حراست میں لیے گئے افراد دہشت گرد تھے، لیکن 'پژواک' خبر رساں ادارے نے اس واقعے کے دو دن بعد رپورٹ شائع کی کہ مرنے والے تمام افراد عام شہری تھے۔ 19 جنوری کو صوبہ لوگر کے گورنر کے اہل کاروں نے ایک کم سن لڑکے اور سعودی عرب سے حال ہی میں افغانستان واپس لوٹنے والے مسافر کو شہید کر دیا۔ اسی طرح صوبہ فراہ میں پولیس نے بم پھینک کر دو معصوم بچوں کو شہید کر دیا۔

قبضہ پختہ کرنا:

5 جنوری کو ترکی نے افغانستان میں اپنی فوجیوں کی مدت میں مزید دو سال کے لیے توسیع کا اعلان کیا ہے۔ 7 جنوری کو امریکا نے اعلان کیا کہ صوبہ ہلمند میں 200 میرینز اہل کاروں کو تعینات کیا جائے گا۔ اسی طرح 200 فوجیوں کو صوبہ فراہ میں تعینات کرنے کا اعلان کیا گیا، لیکن وہ فوجی مجاہدین کے حملوں کے خوف سے خود ہی میدان چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ ایک رپورٹ کے مطابق 31 جنوری کو وزارت خارجہ کے ایک حاکم کے حوالے سے بتایا گیا کہ انڈونیشین حکومت نے کٹھ پتلی انتظامیہ کی سکیورٹی فورسز کو تربیت دینے کا وعدہ کیا ہے۔

اسرائیل افغانستان میں:

وطن عزیز میں 50 سے زائد ممالک کی موجودگی اور مسلمانوں اور افغانیوں کے خلاف جنگ میں ان کی شرکت کسی سے مخفی نہیں تھی، تاہم 18 جنوری کو اسرائیل کے دفاعی امور کے میگزین نے انکشاف کیا کہ 'ہیرون 1' نامی اسرائیلی ڈرون طیاروں نے اب تک افغانستان کی فضا میں 30 ہزار سے زائد پروازیں کی ہیں۔ جب کہ جرمن فوج 2018 تک افغان عوام کے خلاف جاری صلیبی جنگ میں انہی ڈرون طیاروں کو استعمال کرے گی۔

کابل انتظامیہ کی کرپشن:

امریکی وزیر خارجہ جان کیری کی تیار کردہ بدعنوان حکومت میں 2 جنوری کو پہلی بار ایک وزیر کرپشن کے جرم کی پاداش میں اپنے عہدے سے برطرف کیا گیا۔ بعد ازاں میڈیا نے 9 جنوری کو وزیر تعلیم کی ویڈیو نشر کی، جس میں انہوں نے اپنی وزارت کے اہل کاروں سے چوری شدہ رقم کی تقسیم کے بارے میں گفتگو کی تھی، تاہم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وزیر موصوف بااثر فرد ہے، اس لیے بدعنوانی کے خاتمے کے دعوے دار نام نہاد صدر نے انسداد بدعنوانی ایکٹ کے تحت اس کے خلاف کارروائی سے گریز کیا ہے۔

مستقل اڈوں کے خلاف روس کا ردِ عمل:

روس نے افغانستان پر امریکی یلغار کے وقت حمایت کی تھی۔ وہ کئی بار ہتھیار اور دیگر وسائل فراہم کر کے امریکا کی مدد بھی کر چکا ہے۔ تاہم 2 جنوری کو پہلی بار افغانستان میں متعین روس کے خصوصی نمائندے نے افغانستان میں امریکی اڈوں کی مستقل موجودگی پر تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ امریکا کی موجودگی روس کے لیے ناقابل قبول ہے۔ اسی نمائندے نے چند دن بعد 25 جنوری کو اپنا مؤقف تبدیل کر کے کہا کہ روس افغانستان سے غیر ملکی افواج کے انخلا کا حامی نہیں ہے۔

جمہوریت اور آزادی اظہار رائے:

امن کونسل کے سربراہ عبدالحکیم مجاہد نے 12 جنوری کو کابل میں ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امارت اسلامیہ کا دورِ حکومت بہترین دور تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ استاد برہان الدین ربانی نے مجاہدین کو امن کی فاختہ قرار دیا تھا۔ عبدالحکیم مجاہد کی باتوں سے کٹھ پتلی حکام سیخ پا ہوگئے۔ اس بیان کی پاداش میں موصوف کو اُن کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔ مزید یہ کہ کمانڈر عطاء نور نے ان کی گرفتاری کا مطالبہ بھی کر دیا۔

امارت اسلامیہ کے پُرامن علاقے:

3 جنوری کو مجاہدین نے اعلان کیا کہ افغانستان میں 41 اضلاع امارت اسلامیہ کے کنٹرول میں ہیں۔ اس کے علاوہ درجنوں اضلاع اور شہر ایسے ہیں، جن کے نصف یا اس سے زیادہ حصہ مجاہدین کے کنٹرول میں ہے۔ دشمن ان علاقوں میں محصور ہے اور آمد و رفت سے قاصر ہے۔

امارت اسلامیہ کا بلند رتبہ:

حال ہی میں صوبہ کنڑ کے عوام نے شکایت کی کہ اعلیٰ حکام جنگلوں کی کٹائی میں ملوث ہیں۔ عوام نے مطالبہ کیا کہ جنگلوں کی غیر قانونی کٹائی روکی جائے۔ کابل حکومت نے بھرپور کوشش کی کہ ان جنگلوں کی غیر قانونی کٹائی کا راستہ روکا جاسکے۔ تاہم وہ اس کوشش میں بری طرح ناکام رہی۔ 2 جنوری کو امارت اسلامیہ نے جنگلوں کو قومی اثاثہ قرار دیا اور اس صوبے، خاص طور کر ضلع شنیگل کے جنگلات سے درختوں کو کاٹنے پر پابندی عائد کر دی۔ اس اعلان کے ساتھ ہی وہاں درختوں کی کٹائی کا سلسلہ رُک گیا۔

امارت اسلامیہ کی سیاسی سرگرمیاں:

گزشتہ مہینوں کی رپورٹوں میں واضح کیا گیا تھا کہ امارت اسلامیہ نے عسکری کارروائیوں کے ساتھ ساتھ سیاسی سرگرمیوں پر بھی بھرپور توجہ دے رکھی ہے۔ اسی سلسلے میں 25 جنوری کو امارت اسلامیہ کے ترجمان نے نومنتخب امریکی صدر کے نام ایک کھلا خط بھیجا، جس میں مطالبہ کیا گیا کہ افغانستان کے سلسلے میں اپنا مؤقف واضح کریں۔ خط میں مزید لکھا تھا کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں اگر آپ کا مقصد افغانستان پر قبضہ ہے تو اس ملک کی تاریخ سے سبق حاصل کریں۔ آپ کا یہ خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔

امارت اسلامیہ کے اثاثے:

امارت اسلامیہ نے کچھ عرصہ قبل بھی واضح کیا تھا کہ امارت اسلامیہ کے اخراجات، مالِ غنیمت کے وسائل، عوام اور تاجروں کی مالی معاونت سے پورے کیے جاتے ہیں۔ 25 جنوری کو صوبہ ہلمند کی صوبائی کونسل کے نام نہاد نائب صدر نے کہا کہ 'کجکی ڈیم' کی 90 فیصد آمدنی مجاہدین وصول کرتے ہیں۔ اس سے قبل بھی کابل انتظامیہ کے حکام نے کہا تھا کہ افغانستان کے جنوب میں کچھ اضلاع میں لوگ بجلی کے بلوں کی رقم مجاہدین کے پاس جمع کراتے ہیں۔

جنگی جرائم جنوری 2017

سید سعید

3 جنوری 2017 کو صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے ارباب قلعہ میں فورسز نے ایک طالب علم 'سعید الرحمن ولد عبد الرحمن' کو شہید کر دیا۔ شہید کے لواحقین کا کہنا تھا کہ ان دِنوں اسکول سے چھٹی تھی اور وہ ہاسٹل سے گھر آیا ہوا تھا۔ چار روز قبل فورسز نے اس کو گرفتار کیا تھا اور اب اس کی لاش ملی ہے، جس پر تشدد کے نشانات ہیں۔ اسی دن صوبہ قندھار کے ضلع میوند کے علاقے بند تیمور میں قابض فوجیوں نے اجرتی فورسز سے مل کر مقامی آبادی پر چھاپہ مارا۔ جس میں دو بے گناہ شہریوں کو شہید اور دو کو زخمی کر دیا۔

ایک دن بعد 5 جنوری کو صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی کے علاقے موسی زو پہاڑی میں پولیس نے ایک بزرگ شخص 'عبد السلام کاکا' کو شہید کر دیا، جب کہ اس واقعے سے دو دن پہلے بھی پولیس نے شہری 'شیر محمد' کا دس سالہ بچہ شہید کر دیا تھا۔ اسی دن صوبہ ننگرہار کے ضلع پچیر اگام میں صبر لنڈہ خیل کے علاقے میں مقامی فوجی اہل کاروں کی جانب سے داغے گئے مارٹر گولے کے حملے میں دو بچے شہید اور ایک شخص زخمی ہو گیا۔

7 جنوری کو صوبہ لغمان کے دارالحکومت مہترلام کے علاقے بسرام میں مقامی اہل کاروں نے ایک شہری کو گولی مار کر شہید کر دیا۔ اسی دن میڈیا نے رپورٹ شائع کی کہ صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں فورسز کے آپریشن کے باعث سیکڑوں لوگ نقل مکانی پر مجبور ہیں۔ ایک قبائلی رہنما نجیب اللہ رحیمی کے مطابق موسم سرما کی شدید سردی میں 450 خاندان اپنے گھروں کو چھوڑ کر کھلے آسمان تلے دن رات گزارنے پر مجبور ہیں۔

9 جنوری کو صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے مضافات میں مقامی اہل کاروں نے فائرنگ کر کے ایک شہری کو شہید اور تین کو زخمی کر دیا۔

11 جنوری کو صوبہ نیمروز کے ضلع خاشرود کے علاقے خیر آباد میں مقامی اہل کاروں نے آپریشن کے دوران دس عام شہریوں کو زخمی اور تین معصوم بچوں کو شہید کر دیا۔ لوگوں کے وسائل کو جلا دیا گیا اور گھروں کو بلڈوزروں کے ذریعے مسمار کر دیا۔ اس سے اگلے دن غیر ملکی حملہ آوروں نے مقامی اہل کاروں سے مل کر صوبہ ننگرہار کے ضلع ضنی خیل کے یونین کونسل 26 میں مقامی آبادی پر چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی لینے کے دوران ایک شخص 'حاجی حضرت آکا' کے گھر میں چار بچوں اور تین مہمانوں کو شہید کر دیا۔ جب کہ اسی گھر کے چھ افراد کو حراست میں لے کر چلے گئے۔ اسی دن صوبہ فراہ کے دارالحکومت کے گرد و نواح میں اُجرتی قاتل فورسز نے مجاہدین کے ساتھ تعاون کے شبہے میں 24 افراد کو گرفتار کر لیا۔ جب کہ صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب کے علاقے افغانیہ میں مقامی اہل کاروں نے فائرنگ کر کے دو شہریوں کو شہید اور تین کو زخمی کر دیا۔ اسی دن بدخشان صوبے کے دارالحکومت فیض آباد کے علاقے خمبیل میں دہشت گرد ملیشیا کے اہل کاروں نے ایک مدرسے کو آگ لگا دی۔ قرآن پاک، دینی کتب اور دیگر تدریسی ساز و سامان جلا کر راکھ کر دیا گیا۔

15 جنوری کو صوبہ قندوز کے ضلع خانہ آباد میں مقامی اہل کاروں نے تین اساتذہ اور دو طلباء کو بلاوجہ گرفتار کر لیا۔ اس سے اگلے دن صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے علاقے چہارم فارم میں مقامی اہل کاروں نے بلاوجہ مارٹر گولے داغے، جو ایک گھر پر لگے، جس سے ایک عورت شہید ہو گئی۔ جب کہ 17 جنوری کو صوبہ قندھار کے ضلع نیش میں ایک ظالم و حشی کمانڈر نیاز نے ایک اسکول کے دورے کے دوران ایک طالب علم کو باہر نکال کر شہید کر دیا۔

20 جنوری کو صوبہ فراہ کے دارالحکومت کے مضافات میں 'سرخ' نامی گاؤں میں پولیس نے اپنی گاڑی کے قریب کھڑے بچوں پر بم پھینکا، جس کے نتیجے میں دو بچے جاں بحق اور ایک زخمی ہو گیا۔ مرنے والے بچوں کے چچا عبد الروف نے بتایا کہ تینوں بچے بھیڑ بکریاں چرانے گئے تھے، جو پولیس کی درندگی کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ انہوں نے اپنے بچوں کے قاتلوں کو سخت سزا دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے اس جرم کو ناقابل معافی قرار دیا ہے۔

22 جنوری کو صوبہ اروزگان میں پرائیویٹ ہسپتال کے ڈائریکٹر 'توخی' نے میڈیا کو بتایا کہ ضلع 'چوری' سے چودہ زخمیوں کو ان کے ہسپتال لایا گیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ زخمی عام شہری ہیں، جو گزشتہ روز غیر ملکی حملہ آوروں کے فضائی حملے میں زخمی ہو گئے تھے۔ تاہم جاں بحق افراد کی تعداد معلوم نہیں ہے۔

26 جنوری کو جارحیت پسندوں نے صوبہ ہلمند کے ضلع نوزاد کے علاقے سلام بازار میں چھاپے کے دوران تین شہریوں کو شہید اور دو کو زخمی کر دیا۔

29 جنوری کو صوبہ کنڑ کے ضلع سرکانڑو میں مقامی اہل کاروں کی فائرنگ سے 'شائستہ گل' نامی شخص کے گھر کی ایک خاتون اور ایک بچہ زخمی اور ایک بچہ شہید ہو گیا۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لر او بر، نن ڈاٹ ایشیا۔

ربیع الاول ۱۴۳۸ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	42				86	35	18	6	17	
-2	ہلمند	56	1			106	87	39	3	10	1
-3	غزنی	41				58	27	18	0	2	
-4	خوست	17				61	30	14	3	8	
-5	نورستان	22				60	14	6	1	3	
-6	میدان وردگ										
-7	کونڑ	22				54	17	23	4	7	
-8	پکتیکا	28				53	22	6	1	2	
-9	زابل	14				12	4	1	0	0	
-10	لوگر	31				27	42	13	1	10	
-11	کاپیسا	26				22	39	6	0	1	
-12	روزگان	48			4	78	54	8	0	0	
-13	پکتیا	20				15	18	1	0	0	
-14	فراہ	12				13	25	4	0	1	
-15	کابل	20	1			41	24	18	2	0	
-16	ننگرہار	24				23	20	4	0	0	
-17	لغمان	39				73	68	9	3	2	
-18	ہرات	21				38	35	4	0	0	
-19	نیمروز	16				30	16	3	0	0	
-20	بادغیس	12				15	21	2	0	0	
-21	قندوز	6				2	0	0	0	0	
-22	بغلان	11				5	8	4	0	0	
-23	فاریاب	32				51	32	13	0	2	
-24	غور	9				21	15	1	0	1	
-25	پروان	3				1	1	1	0	0	
-26	تخار										
-27	سمنگان	1				0	1	0	0	0	
-28	بدخشان	2				5	2	0	0	0	
-29	بامیان	1				0	3	5	0	0	
-30	بلخ	10				17	6	5	0	0	
-31	جوزجان										
-32	دائی کنڈی	3				16	3	0	0	0	
-33	سرپل	1				1	0	0	0	0	
-34	پنج شیر										
مجموعہ		590	2		4	984	669	226	24	66	1

لا إله إلا الله محمد رسول الله

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

6th Year March 2017

ہوائیں ان کی، فضائیں ان کی، سمندر ان کے، جہاز ان کے

گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر، بھنور ہے تقدیر کا بہانہ

جہان نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالم پیر مر رہا ہے

جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے

وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

علامہ اقبالؒ